سورۃ التوبۃ

اِسے سُورۃ براءت بھی کہا جاتا ہے کہ اِس میں کفّار سے براءت کے احکام نازل ہوئے اور قبولِ توبہ کی بشارت کے باعث توبہ کہلاتی ہے۔ اِس میں عجیب بات یہ ہے کہ اِس کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھا جاتا۔ دراصل کسی بھی سُورہ کی مختلف آیات جب نازل ہوتیں تو بذریعہ وحی اُن کا مقام بھی بتا دیا جاتا چنانچہ آپ ﷺ کاتبانِ وحی کو اُنھیں وہاں درج کرنے کا ارشاد فرماتے اور جب کوئی نئی سُورہ نازل ہوتی تو اِس سے پہلے بسم اللہ لکھنے کا ارشاد ہوتا۔ یہ مدنی اور آخری سُورتوں میں سے ہے مگر جب نازل ہوئی تو بسم اللہ لکھنے کا حکم نازل نہ ہُوا نہ ہی کاتبانِ وحی کو کچھ فرمایا گیا اور یہ اسی طرح بغیر بسم اللہ کے لکھ دی گئی۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں تدوینِ قرآن کا کام ہُوا تو سوال پیدا ہُوا کہ اِسے کہاں رکھا جائے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ الگ سُورت نہ ہو پہلے نازل ہونے والی سُورت کا حِصّہ ہو، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اِسے انفال کے ساتھ ہی رکھو، احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ نہ اِس میں بسم اللہ لکھنے کا ارشاد ہوا نہ یہ اشارہ ملتا ہے کہ واقعی یہ انفال کا حِصّہ ہے اگرچہ آپ ﷺ نے انفال کے متصل بعد اِسے درج کروا دیا ہے۔ اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر کوئی مسلسل تلاوت کر رہا ہو یا سورۃ انفال پڑھتا آرہا ہو تو بسم اللہ نہ پڑھے اور پڑھتا چلا جائے لیکن اگر کوئی اِسی سُورہ سے شروع کرے یا اِس کے درمیان سے شروع کرے تو وہ بسم اللہ سے ہی شروع کرے گا اور دُوسرے جُملے جو بعض نسخوں میں درج ہیں جیسے، اعوذ باللہ من النار و من غضب الجبار وغیرہ تو اِن کا کوئی ثبوت نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ چونکہ کفّار سے معاہدے ختم کرنے کا حکم تھا اِس لیئے بِسم اللہ نہ لکھی گئی، تو یہ ایک نکتہ اور لطیفہ ہے کہ تکوینی طور پر ایسے اسباب پیدا کر دیئے گئے۔ بظاہر یہ وجہ ارشاد نہیں فرمائی گئی۔

رکوع نمبر ۱ — آیات ۱ تا ۶ — واعلموا ۱۰

بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝۱ فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّ اعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ ۙ وَ اَنَّ

(اے اہلِ اسلام اب) خدا اور اس کے رسول کی طرف سے مشرکوں سے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا بیزاری (اور جنگ کی تیاری) ہے ۝۱ تو (مشرکو تم) زمین میں چار مہینے چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہ کر سکو گے۔ اور یہ بھی کہ خدا کافروں کو رسوا

1. Freedom from obligation (is proclaimed) from Allah and His messenger toward those of the idolaters with whom ye made a treaty:
2. Travel freely in the land four months, and know that ye cannot escape Allah and that

اللّٰهَ مُخْزِی الْکٰفِرِیْنَ ۝۲

کرنے والا ہے ۝۲

Allah will confound the disbelievers (in His guidance).

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَی النَّاسِ
یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ
الْمُشْرِکِیْنَ ۙ۬ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ
فَهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا
اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ
کَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝۳

اور حج اکبر کے دن خدا اور اس کے رسُول کی طرف
سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ خدا مشرکوں سے
بیزار ہے اور اس کا رسُول بھی (ان سے دست بردار ہے)
پس اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ مانو
(اور خدا سے مقابلہ کرو) تو جان رکھو کہ تم خدا کو ہرا نہیں سکوگے۔
اور (اے پیغمبر) کافروں کو دُکھ دینے والے عذاب کی خبر سُنا دو ۝۳

3. And a proclamation from Allah and His messenger to all men on the day of the greater Pilgrimage that Allah is free from obligation to the idolaters, and (so is) His messenger. So, if ye repent, it will be better for you; but if ye are averse, then know that ye cannot escape Allah. Give tidings (O Muhammad) of a painful doom to those who disbelieve:

اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ
ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ شَیْئًا وَّلَمْ یُظَاهِرُوْا
عَلَیْکُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ
اِلٰی مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ
الْمُتَّقِیْنَ ۝۴

البتہ جن مشرکوں کے ساتھ تم نے عہد کیا ہو
اور اُنہوں نے تمہارا کسی طرح کا قصور نہ کیا
ہو اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی ہو تو جس مدت
تک اُن کے ساتھ عہد کیا ہو اُسے پورا کرو (کہ) خدا
پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے ۝۴

4. Excepting those of the idolaters with whom ye (Muslims) have a treaty, and who have since abated nothing of your right nor have supported anyone against you. (As for these), fulfil their treaty to them till their term. Lo! Allah loveth those who keep their duty (unto Him).

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا
الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ
وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا
لَهُمْ کُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ فَخَلُّوْا
سَبِیْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۵

جب عزت کے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں
پاؤ قتل کردو۔ اور پکڑ لو۔ اور گھیر لو۔ اور ہر گھات
کی جگہ اُن کی تاک میں بیٹھے رہو۔ پھر اگر
وہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ
دینے لگیں تو اُن کی راہ چھوڑ دو۔ بےشک
خدا بخشنے والا مہربان ہے ۝۵

5. Then, when the sacred months have passed, slay the idolaters wherever ye find them, and take them (captive), and besiege them, and prepare for them each ambush. But if they repent and establish worship and pay the poor-due, then leave their way free. Lo! Allah is Forgiving, Merciful.

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَكَ
فَاَجِرْهُ حَتّٰی یَسْمَعَ کَلٰمَ اللّٰهِ
ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۝۶ ع

اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو
اس کو پناہ دو یہاں تک کہ کلام خدا
سُننے لگے۔ پھر اس کو امن کی جگہ واپس پہنچا دو۔
اس لئے کہ یہ بے خبر لوگ ہیں ۝۶

6. And if anyone of the idolaters seeketh thy protection (O Muhammad), then protect him so that he may hear the word of Allah, and afterward convey him to his place of safety. That is because they are a folk who know not.

اسرار و معارف

سورۃ توبہ کے نزُول سے پہلے مشرکینِ مکہ اور دیگر عرب قبائل سے معاہداتِ صُلح تھے مگر ہر مرتبہ کفار نے ہی عہد شکنی کی۔ جب تک موقع یا طاقت نہ پاتے، معاہدے کا احترام کرتے مگر جیسے ہی طاقت پاتے تو عہد شکنی کے مرتکب ہوتے۔ سنہ ۶ ہجری میں صُلح حدیبیہ ہوئی جو دس سال کے لئے تھی جس کے شرائط و واقعات معرُوف ہیں سنہ ۷ ہجری میں آپ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سمیت عمرہ ادا فرمایا مگر اس کے چند ماہ بعد

اہلِ مکہ نے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور بنو خزاعہ کے خلاف بنو بکر کو قتل و غارت میں مدد دی۔ بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف تھے۔ اور یہ کُھلّم کُھلا معاہدے کی خلاف ورزی تھی چنانچہ آپ ﷺ نے جہاد کی تیاری کا حکم دیا، اگرچہ اہلِ مکہ نے ابوسفیان کو تجدیدِ عہد کے لئے مدینہ بھیجا کیونکہ کفّار بدر و اُحد اور خندق میں مسلمانوں کے ساتھ تائیدِ غیبی کا مشاہدہ کر چکے تھے مگر ابوسفیان کی ساری کوشش کے باوجود تجدیدِ معاہدہ نہ ہو سکی اور آپ ﷺ نے ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ ہجری کو مدینہ منوّرہ سے کوچ فرمایا اور مکہ مکرّمہ فتح ہو گیا۔

قبل ازیں یہودِ مدینہ نے غزوۂ احزاب میں معاہدے کی خلاف ورزی کی تھی۔ اسی سال یعنی ۸ھ ہجری میں غزوۂ حنین ہُوا پھر رجب ۹ھ ہجری میں غزوۂ تبوک پیش آیا اور بالآخر ذی الحجہ ۹ھ ہجری میں تمام قبائلِ عرب سے معاہدے ختم کر دینے کا حکم نازل ہُوا کہ دراصل جزیرہ نمائے عرب کو اسلامی ریاست اور اسلام کا قلعہ بنانا مقصود تھا۔ اگرچہ کفار کی مسلسل بدعہدی بھی ایک وجہ تھی مگر اسلام کا مزاج حاکمانہ ہے اس لئے کہ یہ اللہ کا حکم ہے، لہٰذا محکوم ہو کر رہنا اس کے مزاج کے خلاف ہے۔

اسلامی ریاست

سرزمینِ عرب کو اس کی اساسی ریاست قرار دیا گیا اور تمام کفار سے صلح کے معاہدے ختم کر کے انھیں اختیار دیا گیا کہ وہ اسلام قبول کر کے اسلامی ریاست کے قیام میں شریک ہوں یا پھر مکہ مکرّمہ سے چلے جائیں اور کہیں اور جا کر آباد ہوں ورنہ اُن کے ساتھ جنگ کی جائے گی اور اس میں کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی گئی بلکہ مہلت دی گئی اور سب سے پہلے حج کے عظیم اجتماع میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو روانہ فرمایا گیا کہ اعلانِ عام ہو جائے اور تمام عرب قبائل میں بات پہنچ جائے پھر یمن میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا کہ اعلان کر دیں ایسا نہ ہو کہ کسی تک خبر نہ پہنچے لہٰذا اسلامی ریاست کے قیام اور اسلامی حکومت کے لئے بھرپور کوشش آج بھی دین کا اہم فریضہ ہے۔ محض گوشہ نشینی اور ملکی سیاسیات سے کنارہ کشی جائز نہیں۔

حجِ اکبر

حجِ اکبر سے مراد مفسّرین کرام کے نزدیک ہر سال کا حج ہے کیونکہ عمرہ کو حجِ اصغر کہا گیا ہے اس لئے حج کو حجِ اکبر کہہ دیا گیا اور اس سے حج کے پانچوں دن مراد ہیں۔ یہ جو مشہور ہے کہ جمعہ کے روز یومِ عرفہ ہو تو حجِ اکبر ہوتا ہے اس کی کوئی اصل نہیں یہ ضرور ہے کہ جب آپ ﷺ نے حجۃ الوداع ادا فرمایا

تو عرفہ کے روز جمعہ تھا یہ ایک سعادت ضرور ہے مگر جس روز معاہدات کے ختم کا اعلان ہوا وہ ۹ھ ہجری کا یومِ عرفہ تھا جو جمعہ کا دن نہ تھا مگر اسے یومِ حجِ اکبر فرمایا گیا۔

ایّامِ حج میں عمرہ کرنا جائز نہیں

ہاں! یہ مسئلہ احکام القرآن میں مذکور ہے کہ اِن پانچ دنوں کو حجِ اکبر کے لئے مخصوص فرما دیا گیا ہے لہٰذا ان دنوں میں عمرہ کرنا درُست نہ ہوگا۔ اب آیئے اعلانِ برأت کی طرف تو ارشاد ہُوا کہ اللہ اور اس کے رسُول ﷺ کی طرف سے اِن مشرکوں سے جن سے معاہدات تھے دست برداری کا اعلان کیا جاتا ہے اور ظاہر ہے جب معاہدات بھی منسوخ کئے جا رہے ہیں تو جن سے کوئی معاہدہ ہی نہیں وہ بدرجۂ اولیٰ یہ اعلان سُن لیں کہ اوّل تو مشرکینِ مکہ جنہوں نے خود عہد کو توڑا اور یہی عمل فتحِ مکہ کا باعث ہوا۔ وہ کسی رعایت کے مستحق نہیں مگر اِسلام اُن سے بھی حُسنِ سلوک کرتے ہوئے انھیں چار ماہ کی مہلت بخشتا ہے کہ یہ حُرمت والے مہینے تھے۔ اللہ کریم نے فرمایا، اُن کا احترام بھی باقی رکھا جائے اور کفار کو فیصلہ کرنے کی مہلت بھی دی جائے نیز اگر وہ اسلامی ریاست سے کہیں جانا چاہیں تو انھیں فرصت دی جائے اور یہ بتا دیا جائے کہ تم چار ماہ اگرچہ آرام سے چل پھر سکتے ہو مگر امن کی راہ ایک ہی ہے کہ اللہ کی اطاعت کر لو ورنہ اپنی ساری ریشہ دوانیوں سمیت تباہ ہو جاؤ گے اور قدرتِ باری تعالےٰ کو عاجز نہ کر سکو گے۔ نیز یہ تباہی صرف دُنیا ہی کی نہ ہو گی بلکہ دنیوی ہلاکت کے بعد آخرت میں بھی تمھیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔

ایفائے عہد

دُوسرے وہ کفار جن سے معاہدہ تھا اور اُنھوں نے عہد شکنی نہیں کی نہ مسلمانوں کے مقابلہ میں کسی کی مدد کی تو حکم ہُوا کہ ان کا عہد مقررہ میعاد تک پورا کیا جائے۔ بے شک اللہ کریم صاحبِ تقویٰ لوگوں کو محبوب رکھتے ہیں یعنی کافر سے بھی ایفائے عہد میں تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھُوٹے اور محض بہانے تلاش کر کے معاہدہ ختم نہ کیا جائے۔ یہ مسلمان کی دیانت کے خلاف ہے جو ربِّ کریم کو ہرگز پسند نہیں۔

اس آیہ مبارکہ کی رُو سے بنی کنانہ کے دو قبیلوں بنی ضمرہ اور بنی مدلج کو مہلت مِل گئی جن کے معاہدوں کی میعاد ابھی نو ماہ باقی تھی۔ نیز بروقت مطلع کر دیا گیا کہ اس کے بعد میعاد بڑھائی نہ جائے گی۔ تیسرے اور چوتھے وہ لوگ تھے جن کے ساتھ معاہدہ کی مدت مقرر نہ تھی یا سرے سے کوئی معاہدہ ہی نہ تھا تو اُن کے لئے بھی پہلی دو آیات کا حکم ہی نافذ ہُوا کہ انھیں بھی چار ماہ کی مہلت مِل گئی۔ پھر ارشاد ہُوا کہ جب اشہرِ حرم گزر جائیں تو کفار و مشرکین میں سے

جو لوگ نہ تو کفر سے توبہ کر کے ایمان قبول کریں اور نہ ہی مکہ سے باہر جائیں تو ان سے قتال کیا جائے۔ پوری قوت کے ساتھ بغیر کسی رعایت کے کہ قتال میں نرمی در اصل بزدلی ہوتی ہے لہٰذا انھیں جہاں پاؤ قتل کر دو یا قید کر دو۔ اُن کے راستے روک دو اور ہر جگہ ان پر تاک لگا کر بیٹھو یعنی پوری قوت سے ان سے ٹکراؤ۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ مومن کو کسی انسان سے دشمنی نہیں ہے اُن کے کافرانہ عقائد اور اعمال سے ہے اگر وہ توبہ کریں، ایمان قبول کرلیں، جس کی دلیل یہ ہے کہ نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو کہ بلاشک اللہ کریم بہت بڑی رحمت والا اور بخشنے والا ہے۔

یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ ظلم کو مٹانے کے لئے ظالموں کی شوکت کو توڑا جائے گا، اور اس میں کوئی رعایت نہ ہو گی۔ ہاں ظلم سے باز آجائیں تو البتہ معاملہ دوسرا ہو گا۔ اور ظلم سے باز آنا توبہ کرنا ہے جس میں اعمال کی اصلاح بدرجہ اولیٰ ہے کہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اگر ایسا نہ کریں تو محض دعوائے ایمان کی وجہ سے جنگ بند نہ ہو گی بلکہ فرائض کا منکر اسی سلوک کا مستحق ہو گا۔

توبہ سے مراد اعمال کی اِصلاح ہے

جب کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی آیہ کریمہ سے استدلال فرما کر ان پر فوج کشی کی تھی جسے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قبول کیا تھا اور اگر مشرکین میں سے بھی کوئی آپ سے پناہ طلب کرلے کہ وہ اسلام کی حقانیت کے دلائل سے آگاہی حاصل کرے تو اُسے نہ صرف پناہ دی جائے بلکہ جب فارغ ہو تو اسے اُس کی امن کی جگہ بحفاظت پہنچا دیا جائے تاکہ وہ قبولِ اسلام کے لئے آزادانہ رائے قائم کر سکے۔ یہ حکم کفار کی اسلام سے عدم واقفیت کی وجہ سے ہے کہ انھیں جاننے کا موقع دیا جائے گا اور یہ صرف اس صورت میں ہو گا کہ وہ دین کو سمجھنے کے لئے آنا چاہے۔ اگر غرض کوئی اور ہو مثلاً تجارت وغیرہ تو مسلمانوں کی صوابدید پہ ہو گا کہ اجازت دیں یا نہ دیں۔

کفار کے لئے اِسلامی ریاست میں آنے کی صُورت

نیز جو غیر مسلم اجازت لے کر آئے، اُس کے حالات سے بھی باخبر رہنا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے اور جب میعاد پوری ہو یا کام ختم ہو تو اسے بحفاظت واپس پہنچا دیا جائے اور زائد از ضرورت دارالاسلام میں ٹھہرنے کی اجازت نہ دی جائے نہ یہ کہ موجودہ ریاستوں کی طرح مشیر ہی غیر ملکی کفار کو رکھا جائے اور

مسلمانوں پر حکومت کفار کے مشورہ اور امداد سے کی جائے یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

اِن سات آیات میں کفار کی مختلف اقسام بلحاظ کردار اور تعلقات کے بیان فرما کر سب کے ساتھ سلوک کرنے کے اصول مقرر فرما دیئے اور یہ بات وضاحت سے ارشاد فرما دی کہ اسلامی ریاست کا قیام اور کفار کی ریشہ دوانیوں سے اس کی حفاظت ہی احیائے اسلام کا راستہ ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لئے بھی درسِ عبرت ہے کہ جو بے دین اور بدکار لوگوں کو مسلمانوں پہ مسلّط کرنے میں اپنی رائے یا کوشش یا مال سے معاون بنتے ہیں کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے بلکہ ضروری ہے کہ ہر مسلمان پوری محنت کے ساتھ ریاستِ اسلامی کے قیام اور بقا کی کوششوں میں حصہ دار بنے جس کا ایک ہی راستہ ہے کہ نہ صرف قیادت بلکہ کفار اور بدکاروں کا ہر طرح کا عمل دخل ختم کر دیا جائے۔

رکوع نمبر ۲	آیات ۷ تا ۱۹	واعلموا ١٠ / ٨
كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٧﴾	بھلا مشرکوں کے لئے (جنہوں نے عہد توڑ ڈالا) خدا اور اس کے رسول کے نزدیک عہد کیونکر (قائم) رہ سکتا ہو ہاں جن لوگوں کے ساتھ تم نے مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کے نزدیک عہد کیا ہے اگر وہ (اپنے عہد پر) قائم رہیں تو تم بھی (اپنے قول و قرار پر) قائم رہو بیشک خدا پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے ﴿٧﴾	7. How can there be a treaty with Allah and with His messenger for the idolaters save those with whom ye made a treaty at the Inviolable Place of Worship? So long as they are true to you, be true to them. Lo! Allah loveth those who keep their duty.
كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٨﴾	(بھلا ان سے عہد) کیونکر (پورا کیا جائے جب ان کا یہ حال ہے) کہ اگر تم پر غلبہ پالیں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا۔ یہ منہ سے تو تمہیں خوش کر دیتے ہیں لیکن ان کے دل (ان باتوں کو) قبول نہیں کرتے اور ان میں اکثر نافرمان ہیں ﴿٨﴾	8. How (can there be any treaty for the others) when, if they have the upperhand of you, they regard not pact nor honour in respect of you? They satisfy you with their mouths the while their hearts refuse. And most of them are wrong-doers.
اشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِهِ ۚ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩﴾	یہ خدا کی آیتوں کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے اور لوگوں کو خدا کے رستے سے روکتے ہیں کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں برے ہیں ﴿٩﴾	9. They have purchased with the revelations of Allah a little gain, so they debar (men) from His way. Lo! evil is that which they are wont to do.
لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ ﴿١٠﴾	یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا پاس کرتے ہیں نہ عہد کا اور یہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں ﴿١٠﴾	10. And they observe toward a believer neither pact nor honour. These are they who are transgressors.
فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۗ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿١١﴾	اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰة دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور سمجھنے والے لوگوں کے لئے ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں ﴿١١﴾	11. But if they repent and establish worship and pay the poor-due, then are they your brethren in religion. We detail Our revelations for a people who have knowledge.
وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ ﴿١٢﴾	اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنے کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں۔ عجب نہیں کہ (اپنی حرکات سے) باز آجائیں ﴿١٢﴾	12. And if they break their pledges after their treaty (hath been made with you) and assail your religion, then fight the heads of disbelief—Lo! they have no binding oaths—in order that they may desist.
أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ	بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ	13. Will ye not fight a folk

وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ
بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ
فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ
مُؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾

ڈالا اور پیغمبر (خدا) کے جلاوطن کرنے کا عزم مصمم کرلیا اور انہوں
نے تم سے (عہد شکنی کی) ابتدا کی۔ کیا تم ایسے لوگوں
سے ڈرتے ہو حالانکہ ڈرنے کے لائق خدا ہے بشرطیکہ
ایمان رکھتے ہو ﴿١٣﴾

who broke their solemn pledges, and purposed to drive out the messenger and did attack you first? What! Fear ye them? Now Allah hath more right that ye should fear Him, if ye are believers.

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ
وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ
صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ ﴿١٤﴾

ان سے (خوب) لڑو۔ خدا ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب
میں ڈالے گا اور رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غلبہ دے گا اور
مومن لوگوں کے سینوں کو شفا بخشے گا ﴿١٤﴾

14. Fight them! Allah will chastise them at your hands, and He will lay them low and give you victory over them, and He will heal the breasts of folk who are believers.

وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ
عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٥﴾

اور ان کے دلوں سے غصہ دور کرے گا اور جس پر چاہے گا رحمت
کرے گا۔ اور خدا سب کچھ جانتا اور حکمت والا ہے ﴿١٥﴾

15. And He will remove the anger of their hearts. Allah relenteth toward whom He will. Allah is Knower, Wise.

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ
الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا
مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ
وَلِيجَةً ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾ ع

کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ (بے آزمائش) چھوڑ دیئے جاؤ گے
اور ابھی تو خدا نے ایسے لوگوں کو متمیز کیا ہی نہیں جنہوں نے
تم میں سے جہاد کئے اور خدا اور اسکے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو
ولی دوست نہیں بنایا۔ اور خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے ﴿١٦﴾

16. Or deemed ye that ye would be left (in peace) when Allah yet knoweth not those of you who strive, choosing for familiar none save Allah and His messenger and the believers? Allah is Informed of what ye do.

اسرار و معارف

مشرکین کے وعدوں کا کیا بھروسہ اور وہ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک کہ جب اُنھیں عظمتِ باری کا احساس ہے نہ عظمتِ رسالت کا پاس، مزاج میں کفر و شرک رچا بسا ہوا ہے تو ایسے لوگوں سے خیر کی کیا توقع کی جاسکتی ہے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے خود بدعہدی کی اور نقصان بھی اٹھایا۔ مسلمانوں نے عہد نبھایا تو فتح و کامرانی سے سرفراز ہوئے، سوائے اس جماعت یا اُن لوگوں کے جنھوں نے حرم کے نزدیک معاہدہ کیا تھا اگرچہ وہ بھی ابھی تک اسلام کی برکات سے محروم تھے مگر ان سے بھلے تھے کہ انھوں نے عہد نبھایا۔

اچھی بات کی تعریف

گویا اچھے عمل کی تعریف کی جانی چاہیئے خواہ وہ کافر سے ظاہر ہو بھلائی بہرحال بھلائی ہوتی ہے اور مومن کے لئے مثال بن جاتی ہے کہ یہ اچھائی تو کافر نے بھی نہیں چھوڑی بھلا مومن کیوں ہاتھ سے جانے دے۔ یہ دوسری جماعت کے بارے ارشاد ہو رہا ہے کہ جب تک وہ خود معاہدہ نہ توڑیں مسلمان بھی اپنا عہد نبھائیں کہ ربِّ جلیل احتیاط کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔ لہٰذا دشمن اور

کفار کے معاملہ میں بھی احتیاط کو ملحوظ رکھنا ہی مومن کو زیبا ہے۔

کردار کا مدار کیفیاتِ قلب پر ہوتا ہے

رہے بدعہدی کرنے والے تو اُن سے بھلائی کی امید ہی نہ رکھنی چاہیئے کہ اگر یہ تم لوگوں پر قابو پالیں تو ظلم کے پہاڑ توڑیں گے اور نہ کسی قرابت اور رشتے کا لحاظ کریں نہ کسی عہد کا پاس۔ اس لئے کہ یہ صرف زبانی باتیں کرکے تمھیں خوش رکھنے کی سعی کرتے ہیں۔ اُن کے دلوں نے تمھاری حیثیت کو قبول ہی نہیں کیا اور اعمال و کردار کا مدار تو دل کی کیفیات پر ہوتا ہے جب تک قلب درُست نہ ہو بڑے بڑے خوش گفتار بھی عملاً بدکردار ہوتے ہیں، جیسے ان مشرکین کی اکثریت ہے یہ لوگ محض دنیا کے طالب ہیں اور دنیوی مفاد پر احکام الٰہی کو بیچ کھاتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔

دین کو دنیا پر ترجیح دی جائے

لہٰذا مومن کو چاہیئے کہ وہ دین کو دنیا پر ترجیح دے اور احکامِ الٰہیہ کی پابندی کرے جس میں وفائے عہد بھی شامل ہے ورنہ دنیا کی لذّات کے لئے دین چھوڑ دینا بہت ہی بُرا فیصلہ ہے اور اسی غلط روش کی وجہ سے نہ انھیں کسی رشتے کا پاس ہے نہ اپنے وعدے کا اور بہت زیادتی کر گزرتے ہیں مگر بحیثیت انسان اُن کے بھی انسانی حقوق ہیں اُن کا یہ کردار قابلِ نفرین ہے لیکن اگر وہ یہ کردار بدل لیں توبہ کریں۔ ایمان کا اقرار کریں اور نماز قائم کریں نیز زکوٰۃ ادا کریں تو ان کی گزشتہ روش پر انھیں ملامت نہ کریں کہ قبولِ اسلام قبل اسلام کے سب گناہوں کو معاف کرا دیتا ہے لہٰذا تم بھی اُن کے زمانہ کفر کے اعمال کو معاف کردو اور بھلا دو۔ اب یہ تمھارے دینی بھائی ہیں لہٰذا ان کے برادرانہ حقوق کا پاس رکھیں۔

دعوائے ایمان کا ثبوت

یہاں اسلامی برادری کے ارکان کی ظاہر کی نشانیاں ارشاد فرما دی گئیں کہ اقرار ایمان کے ساتھ ادائے صلوٰۃ اور زکوٰۃ دینے کا اہتمام ہو یعنی عبادات میں بھی کوشاں ہو اور مال کی محبت بھی اللہ کی اطاعت سے نہ روکے تو مسلمان برادری کا فرد ہوگا اور وہی حقوق پائے گا ورنہ ان سے محرُوم رہے گا جیسے منکرین زکوٰۃ سے جہاد کیا گیا۔ اللہ کریم جاننے والوں کے لئے تو بات کھول کر ارشاد فرما دیتے ہیں۔ اور اگر یہ عہد شکنی کریں اور بدستور کفر پر قائم رہیں بلکہ اسلام پر طعن و تشنیع کریں

تو یہ کسی رعایت کے مستحق نہیں بلکہ یہ لوگ کفر کے پیشوا ہیں اور ان کے ساتھ پوری شدت سے جہاد کرو۔

دین پر طعن اور لفظ امام

عہد شکنی کے ساتھ کفار کی عادتِ بد کا ذکر ہے کہ دین پر طعن کرنے کی اجازت نہ دی جائے اگر کوئی اسلام اور ایمان کا دعویٰ رکھنے والا برائے نام مسلمان بھی یہ جُرم کرے گا تو نہ صرف کفر کا مرتکب ہوگا بلکہ مسلمانوں پہ فرض ہے کہ اس کے خلاف جہاد کریں مثلاً جیسے آج کے دانشور اور سیاستدان اسلامی حدُود کو جو کتاب اللہ میں ارشاد ہوئی ہیں، وحشیانہ سزائیں کہہ کر مذاق اڑاتے ہیں، ایسا کرنے والے نہ صرف کافر ہیں بلکہ کفر کے پیشوا ہیں۔ اور یہاں لفظ امام کی تحقیق بھی سامنے آگئی کہ امامت کوئی منصبِ شرعی نہیں ہے بلکہ محض پیشوا اور لیڈر کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اگر نیک لوگوں کا پیشوا ہوگا تو اچھے معنوں میں بھی استعمال ہوگا جیسے انبیائؑ کو امام کہا گیا ہے اور اگر بدکاروں یا کفار کا پیشوا ہوگا تو انہی معنوں میں استعمال ہوگا جیسے ائمۃ الکفر یعنی کفر کے پیشوا۔ یہ نبوّت کی طرح کوئی منصبِ شرعی نہیں جیسا کہ شیعہ کا عقیدہ ہے اور مذہبِ شیعہ کی ساری عمارت کا مدار منصبِ امامت پر ہے جو ازرُوئے قرآن ثابت ہی نہیں ہو پاتی۔

تنقید اور طعن

اور فرمایا ان کی قسموں کا بھی اعتبار نہیں نہ ان کا کوئی دعوےٰ توجّہ کے قابل ہے جب یہ دین کا مذاق اڑاتے ہیں تو ان سے جہاد کیا جائے گا۔ ہاں! کافر بھی اگر علمی اعتبار سے تنقید کرے تو اُسے اس کی اجازت دی جائے گی مگر طعن کرنے کی یعنی اسلام کی تحقیر اور مسلمانوں کی تذلیل اور دل آزاری کے لِئے فقرے کسنے کی اجازت نہ ہوگی بلکہ ان کے خلاف جہاد کیا جائے گا جنگ نہیں۔

جنگ اور جہاد میں فرق

جنگ مخالف کو کچلنے اور برباد کرنے کے لِئے لڑی جاتی ہے تاکہ پھر وہ کبھی سر نہ اٹھا سکے اسلام چونکہ انسانیت کی بھلائی کا طالب ہے لہٰذا اسلام نے جنگ کا تصوّر ہی ختم کر کے جہاد کا اعلان فرمایا۔ جہاد مخالف کو ظلم اور زیادتی سے روکنے کا نام ہے اِسی لِئے یہاں ارشاد ہوا لعلھم ینتھون۔ کہ وہ اعمالِ بد سے باز آجائیں محض ہوس ملک گیری کے لِئے یا دشمن کو تباہ کرنے کے لِئے لڑنے کی اجازت نہیں۔ ہاں! اِس حد تک مقابلہ ضرور ہوگا کہ وہ برائی سے رُک جائیں اور ظلم و زیادتی کی روش تبدیل کرلیں اِس میں یقیناً دشمن کی بہتری اور خیر خواہی بھی مطلوب ہے۔

اخراج الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

پھر ارشاد ہُوا کہ بھلا ایسے لوگوں کے خلاف جہاد نہ کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے جنھوں نے نبی کریم ﷺ کو نکال دینے کا منصوبہ بنایا جیسے یہودِ مدینہ، کہ انھوں نے کہا تھا ہم ان لوگوں کو جو معاذ اللہ ذلیل ہیں، اپنے شہر سے نکال دیں گے مگر اللہ کریم نے اُن سے جہاد کا حکم دیا اور وہ خود ذلیل ہو کر شہر سے نکالے گئے۔ اسی طرح جو شخص بھی اسلامی ریاست میں نفاذِ اسلام کی راہ روکتا ہے یا اسلام کے نظامِ ریاست کی جگہ کسی اور اِزم کو لانا چاہتا ہے وہ اخراج الرسول ﷺ کا مرتکب ہے اور اِس کے خلاف جہاد کیا جانا ضروری ہے اور فرمایا کہ فساد میں پہل بھی یہی لوگ کرتے ہیں یعنی اِتنا بڑا جُرم کر کے پھر خود ہی فساد کی ابتدا بھی کرتے ہیں اس پر بھی ان کے خلاف تلوار نہ اٹھائی جائے تو اس کی وجہ صرف ایک رہ جاتی ہے کہ تم ان سے دبتے اور ڈرتے ہو اور یاد رکھو، مومن تو صرف اللہ جل شانہ سے ڈرتا ہے اور اللہ جل شانہ ہی کو زیبا ہے کہ اس سے ڈرا جائے اللہ کے سوا کسی اور سے یا کفار کی مادّی طاقت سے مرعُوب ہونا ایمان کے خلاف ہے اور مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا۔

کفار پر عذاب کا طریقہ

کفار سے لڑو کہ اللہ کریم ان کو تمھارے ہاتھوں عذاب دیں گے۔ اب وہ زمانہ نہ رہا کہ ابابیل پتھر پھینکیں اس لئے کہ بعثتِ محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ معجزانہ قوّت عناصرِ فطرت سے لے کر مومنین کے ہاتھ میں دے دی ہے اور اے اُمتِ محمدیہ (ﷺ)! اب خلقِ خُدا کو برائی سے روکنا اور نیکی پہ چلانا یہ تمھاری ذمہ داری ہے جو لوگ ظلم کرتے ہیں اور اللہ کے نبی ﷺ اور اُس کے دین کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں اُن کے لئے تمھارے ہاتھ عذاب نازل کرنے کا سبب بنیں گے۔ اب ان پر آسمان سے پتھر یا آگ نہ برسے گی۔ اب بیت اللہ کے محافظ ابابیل نہیں تم ہو۔ لہٰذا خلوصِ دل کے ساتھ نفاذِ اسلام اور احقاقِ حق کے لئے باطل کو مٹانے کے لئے میدانِ جہاد میں اُترو۔ اللہ کریم انھیں تمھارے ہاتھوں سزا دیں گے اور وہ ذلیل ہوں گے اور یہ ربِّ جلیل کا وعدہ ہے کہ تمھیں دشمنانِ دین پر فتح دیں گے تا کہ تمھارے دل ٹھنڈے ہوں اور تمھارے دلوں کا وہ غبار جو ان کی طرف سے مسلسل عہد شکنی کرنے اور دین کی توہین کرنے سے پیدا ہُوا تھا دُور ہو گا اور تمھیں عزّت، عظمت اور راحت نصیب ہو گی۔

لیکن یہ بات یاد رکھو، جب تک انسان زندہ ہے اُس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہے اِن سب برائیوں

کے بعد بھی اگر کوئی توبہ کرے تو اسے نہیں روکو گے کہ اللہ کریم جس کی چاہے توبہ قبول فرمالے وہ خود جاننے والا ہے
کہ کس نے کیا جرم کیا اور بہت بڑا حکیم ہے اُس کا کرم وسیع ہے لہٰذا جہاد توبہ سے مانع نہ ہوگا جب بھی کوئی بڑے
سے بڑا کافر توبہ کرے اُس کے لئے اسلام کا دروازہ کھلا ہوگا۔

اور یہ بھی سُن لو کہ تم لوگ محض دعوائے ایمان پر ہی نجات نہ پاسکو گے بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ کس نے پُوری
محنت سے جہاد کیا اور اپنی دِلی دوستی صرف اللہ سے، اللہ کے رسُول ﷺ سے اور ایماندار بندوں سے رکھی۔
اعزہ و اقارب کی محبت یا دُنیا داروں کی دوستی اُسے جہاد سے نہ روک سکی تب وہ اللہ کے قرب کا مستحق قرار پائے گا
جہاد سے پہلوتہی اور عملی زندگی سے فرار کرنے والوں کا محاسبہ بہت سخت ہوگا کہ اللہ کریم کو تمھارے ہر ہر کام کی خبر
ہے کہ کونسا کام کتنی محنت اور خلوص سے کیا جا رہا ہے۔ نیز ایسی دوستی جو دلی بھیدوں کو آشکارا کردے وہ کافر کے
ساتھ جائز نہیں اور نہ ہی کوئی مخلص مومن ایسے فعل کا مرتکب ہوسکتا ہے۔

رکوع نمبر ۳ — آیات ۱۷ تا ۲۴ — واعلموا ۱۰ / ۹

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ
اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ
اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ
هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾

مشرکوں کو زیبا نہیں کہ خدا کی مسجدوں کو آباد کریں جب کہ
وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہوں۔ ان
لوگوں کے سب اعمال بے کار ہیں۔ اور یہ ہمیشہ دوزخ
میں رہیں گے ﴿۱۷﴾

17. It is not for the idolaters to tend Allah's sanctuaries, bearing witness against themselves of disbelief. As for such, their works are vain and in the Fire they will abide.

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى
الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ
اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾

خدا کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا پر اور
روزِ قیامت پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ
دیتے ہیں اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے یہی لوگ
امید ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں میں (داخل) ہوں ﴿۱۸﴾

18. He only shall tend Allah's sanctuaries who believeth in Allah and the Last Day and observeth proper worship and payeth the poor-due and feareth none save Allah. For such (only) is it possible that they can be of the rightly guided.

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ
عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ)
کو آباد کرنا اس شخص کے اعمال جیسا خیال کیا ہے جو خدا اور روزِ آخر
پر ایمان رکھتا ہے اور خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہے، یہ لوگ خدا کے نزدیک
برابر نہیں ہیں۔ اور خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا ﴿۱۹﴾

19. Count ye the slaking of a pilgrim's thirst and tendance of the Inviolable Place of Worship as (equal to the worth of him) who believeth in Allah and the Last Day, and striveth in the way of Allah? They are not equal in the sight of Allah. Allah guideth not wrongdoing folk.

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ
دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿۲۰﴾

جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور خدا کی راہ میں مال
اور جان سے جہاد کرتے رہے خدا کے ہاں ان کے درجے
بہت بڑے ہیں۔ اور وہی مُراد کو پہنچنے والے ہیں ﴿۲۰﴾

20. Those who believe, and have left their homes and striven with their wealth and their lives in Allah's way are of much greater worth in Allah's sight. These are they who are triumphant.

21. Their Lord giveth them good tidings of mercy from Him, and acceptance, and Gardens where enduring pleasure will be theirs;

ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت کی اور خوشنودی کی اور بہشتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے نعمت ہائے جاودانی ہیں (۲۱)

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّٰتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴿٢١﴾

22. There they will abide for ever. Lo! with Allah there is immense reward.

(اور وہ) ان میں ابدالآباد رہیں گے۔ کچھ شک نہیں کہ خدا کے ہاں بڑا صلہ (تیار) ہے (۲۲)

خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥٓ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٢﴾

23. O ye who believe! Choose not your fathers nor your brethren for friends if they take pleasure in disbelief rather than faith. Whoso of you taketh them for friends, such are wrong-doers.

اے اہل ایمان! اگر تمہارے (ماں) باپ اور (بہن) بھائی ایمان کے مقابل کفر کو پسند کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو۔ اور جو ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہیں (۲۳)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوٓا۟ ءَابَآءَكُمْ وَإِخْوَٰنَكُمْ أَوْلِيَآءَ إِنِ ٱسْتَحَبُّوا۟ ٱلْكُفْرَ عَلَى ٱلْإِيمَٰنِ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٢٣﴾

24. Say: If your fathers, and your sons, and your brethren, and your wives, and your tribe, and the wealth ye have acquired, and merchandise for which ye fear that there will be no sale,[1] and dwellings ye desire are dearer to you than Allah and His messenger and striving in His way: then wait till Allah bringeth His command to pass. Allah guideth not wrongdoing folk.

کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو خدا اور اس کے رسول سے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے۔ اور خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا (۲۴)

قُلْ إِن كَانَ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَٰنُكُمْ وَأَزْوَٰجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَٰلٌ ٱقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَٰرَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٍ فِى سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُوا۟ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ ﴿٢٤﴾ ع

اسرار و معارف

فتح مکہ کے بعد اگرچہ بیت اللہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا تھا مگر مشرکین اپنی رسومات تو اپنے ہی طور پر ادا کرتے تھے اور یہ ضروری تھا کہ بیت اللہ کو ان خرافات سے بھی پاک کیا جاتا مگر اس میں رکاوٹ یہ تھی کہ بعض قبائل کے ساتھ مسلمانوں کے معاہدہ صلح کی مدت باقی تھی اور انھوں نے عہد شکنی بھی نہ کی تھی لہٰذا ایک سال تک مہلت دی گئی اس میں وہ مدت بھی گزر گئی اور کوئی نیا معاہدہ نہ کیا گیا بلکہ ۹ ہجری کے حج میں آپ ﷺ نے اعلان کرا دیا کہ آئندہ کوئی مشرک بیت اللہ کی حدود میں داخل نہ ہوگا اور نہ کافرانہ رسوم ادا کر سکے گا۔

مشرکین اپنے زعم باطل میں بتوں کی پوجا اور عمارت کی تعمیر یا دیکھ بھال کو بیت اللہ کی آبادی اور رونق سے تعبیر کر کے اس پر فخر کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ بدر میں اسیر ہوئے تو انھیں شرک پر قائم رہنے پر عار دلائی گئی تو انھوں نے جواب دیا کہ تم لوگ ہماری

برائیاں شمار کرتے ہو مگر یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے بیت اللہ کو آباد رکھنے کے لئے کتنا اہتمام کیا ہے اور وہاں آنے والوں کی کس قدر خدمت اور دیکھ بھال کرتے ہیں۔ تو ارشاد ہوا کہ مساجد کی آبادی کا کفار و مشرکین کو کوئی حق نہیں اور جو افعال محض رسومات کے طور پر کیئے جاتے ہیں وہ آبادی میں شمار بھی نہیں ہو سکتے کہ اللہ نے ان کے کرنے کا حکم نہیں دیا نہ اللہ کے رسول ﷺ کی سُنّت ہیں۔ رہی در و دیوار کی تعمیر اور حفاظت وغیرہ تو یہ کام اگرچہ بجائے خود نیک ہے لیکن کافر و مشرک کو تو اس کا بھی کوئی اجر نہ ملے گا کہ نیکی کی بنیاد بھی ایمان ہے اور اللہ کا حکم جان کر کسی کام کو کرنا آخرت میں اجر کا سبب بنتا ہے جو اُن کے ہاں مفقود ہے لہٰذا ان کے یہ اعمال بھی ضائع گئے۔

"یعمروا" سے مراد ہر طرح کی آبادی اور عبادت کے لئے حاضری ہے اسی لئے ایسی حاضری کو عمرہ کہا جاتا ہے لہٰذا جس شخص کے عقائد و اعمال کافرانہ ہوں وہ تو ہمیشہ کے لئے آگ میں جھونکا جائے گا۔

مساجد عبادت کے لئے ہیں رسومات کے لئے نہیں

یہاں یہ بات بھی ثابت ہے کہ ایسے اعمال جن کا ثبوت سُنّت میں نہیں اور محض رسومات کا درجہ رکھتے ہیں مساجد میں ان کا کرنا سخت منع ہے۔ بلکہ کافروں کی مشابہت ہے آجکل ہر مسجد میں کوئی نہ کوئی نئی رسم دیکھنے میں آتی ہے اس سے احتیاط ضروری ہے۔

پھر مساجد کی آبادی کا مثبت پہلو ارشاد فرمایا کہ مساجد کو آباد کرنا ایماندار لوگوں کا کام ہے جن کا اللہ پر یومِ آخرت پر ایمان ہو اور اُن کے اعمال اُن کے مومن ہونے کی گواہی دیں مثلاً وہ نماز قائم کرنے والے ہوں اور زکوٰۃ ادا کرنے والے یعنی اپنا وقت، اپنی طاقت اور اپنا مال اللہ کے حکم کے مطابق صرف کرنے والے ہوں۔ نیز صرف اللہ سے ڈرنے والے ہوں محض دُنیا کے نقصان کے اندیشوں میں مبتلا ہو کر اللہ کی عبادت چھوڑ دینے والے نہ ہوں تو ایسے لوگوں سے اُمید کی جا سکتی ہے کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔

کافر کو متولّی مسجد بنانا یا اُس کا چندہ

یہاں یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ کافر کو مسجد کا متولّی بنانا جائز نہیں نہ ہی کفار و مشرکین کا چندہ تعمیرِ مسجد میں لگانا جائز ہے۔
ہاں! اگر کسی کافر و مشرک نے مسجد بنا دی یا چندہ دیا تو اس کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہو گا کہ اس کے باعث کوئی نقصان نہ ہو اور وہ مسلمانوں پر احسان نہ جتلائے یا امورِ مسجد میں دخل اندازی نہ کرے اور اس کے باوجود بھی کافر

کو ثواب نہ ہوگا ۔ واللہ اعلم ۔

عمارتِ مسجد

عمارتِ مسجد میں تعمیر، صفائی، حفاظت اور ضروریات کے اہتمام کے ساتھ دینی علم پڑھنے، یا تلاوت کرنے، عبادت کرنے یا ذکر اللہ کے لئے مساجد میں حاضری، جملہ امور شامل ہیں ۔ اور تفسیرِ مظہری کے مطابق ایسے امور جو مسجد میں جائز نہیں اُن کا روکنا بھی عمارتِ مسجد میں شامل ہے مثلاً مالِ دنیا کے لئے لوگوں سے سوال کرنا یا گمشدہ چیزوں کی تلاش کے اعلانات یا خرید و فروخت یا جھگڑا اور شور و شغب اور اسی طرح فضول قسم کے اشعار گانا وغیرہ ذالک من الخرافات ۔

ارشاد ہوا کیا تم نے حاجیوں کی خدمت اور مسجدِ حرام کو آباد رکھنے کی کوششوں کو ایمان باللہ اور آخرت پہ یقین نیز اللہ کی راہ میں جہاد کے ہم پلّہ سمجھ لیا ہے؟ ہرگز نہیں! جو لوگ مسجدیں آباد کریں ۔ بے شک مسجدِ حرام کی آبادی کا اہتمام کریں اور حاجیوں کو پانی پلانے کا اہتمام کریں وہ ہرگز اُن لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو عملاً جہاد میں شریک ہوتے ہیں ۔

عبادات اور جہاد

مفسّرین کرام کے مطابق مشرکین کی بات کا جواب تو پہلے بھی ارشاد ہو چکا ہے اور اِس آیۂ کریمہ میں بھی ایمان باللہ کے مقابل لاکر جواب ارشاد فرمادیا کہ خواہ کتنی بڑی نیکی بھی کرے اگر ایمان نصیب نہ ہو تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں کہ ایمان ہی اعمال کی رُوح ہے، جسے اللہ کریم اور آخرت پر ایمان نصیب ہی نہیں وہ بھلا اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے اجر کی اُمید پر کام کیسے کر سکتا ہے اور جب کسی کام میں یہ دونوں باتیں نہ پائی جائیں تو وہ نیکی نہیں کہلائے گا یعنی ایسا عمل جو ابدی اور اُخروی زندگی میں نفع پہنچائے ۔ اس کے باوجود بھی قرآن حکیم سے ثابت ہے کہ کافر کی نیکی بھی بالکل بے اثر نہیں رہتی اُسے اس کا بدلہ دنیا کی زندگی میں مل جاتا ہے ۔ اور ان مسلمانوں کو تنبیہہ فرمادی گئی ہے جو محض عبادات ہی پہ سارا زور صرف کر دیتے ہیں اور غلبۂ اسلام کے لئے کوشش نہیں کرتے اگرچہ عبادات بہت فضیلت رکھتی ہیں مگر عبادات ہی کے قیام کے لئے مساجد ہی کی آبادی کے لئے جہاد کی ضرورت ہے تاکہ اِسلام غالب اور حاکم ہو کر رہے ۔ اگر ان کوششوں میں کوئی شریک نہیں تو بے شک وہ عمرِ عزیز کو مسجد الحرام میں عبادت کرنے اور حاجیوں کی خدمت کرنے میں بسر کر دے ہرگز اُن لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتا، جو میدانِ جہاد میں دادِ شجاعت دیتے ہیں یا میدانِ عمل میں غلبۂ اسلام کے لئے کوشش کرتے ہیں ۔

ذکر اللہ اور جہاد

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں بحث فرمائی ہے کہ عمارتِ مسجد سے مسجد کے ظاہری انتظامات مراد ہوں تو جہاد کی فضیلت مسلّم ہے لیکن عمارت مسجد یا مسجد کی آبادی سے مراد اگر ذکر اللہ ہو تو آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق ذکر اللہ جہاد سے افضل ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمھیں ایسا عمل تبلادوں جو تمام اعمال سے بہتر، سب سے افضل اور درجات کو بلند کرنے والا اور اللہ کی راہ میں سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بھی افضل ہو کہ تم جہاد میں دشمن سے مقابلہ کرو، اور مارو اور مارے جاؤ۔ تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، "یارسول اللہ! ضرور فرمائیے۔" تو ارشاد ہوا: "وہ عمل ذکر اللہ ہے۔" اس سے معلوم ہُوا کہ ذکر اللہ جہاد سے افضل ہے۔ یہ جس حدیث کا مفہوم بیان ہوا ہے۔ یہ مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ میں مذکور ہے لہٰذا فرماتے ہیں کہ مشرکین کا فخر مسجد میں ذکر اللہ کرنے پر نہ تھا، ظاہری آبادی مراد تھی لہٰذا جہاد کو افضل قرار دیا گیا۔ مگر حق یہ ہے کہ ذکر اللہ جس طرح مسجد میں ضروری ہے ویسے ہی جہاد میں بھی اشد ضروری ہے حتیٰ کہ ارشاد ہوتا ہے کہ: اذ لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیراً۔ کہ میدانِ جہاد میں کسی کافر طاقت سے مقابلہ ہو تو جم کر لڑو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہو۔

قلبِ سلیم

دراصل ذکرِ کثیر، ذکرِ قلبی ہی ہے اور جب یہ نصیب ہوتا ہے تو دل ہر دھڑکن میں کئی بار اللہ کا نام لیتا ہے اور یہ مسجد، بازار، کام کاج اور جہاد کے میدان میں بدستور جاری رہتا ہے اس لئے اس کی فضیلت میں کلام نہیں۔ ذکرِ لسانی یا عملی عبادات تو فوت بھی ہو سکتی ہیں جیسے غزوہ خندق میں حضور نبی کریم ﷺ کی چار نمازیں فوت ہوئیں مگر قلبِ اطہر اور وجودِ عالی کا ذکر تو کسی حال میں منقطع نہ ہوا۔ نیز حالات اور ضرورت کے اعتبار سے اعمال کی فضیلت تبدیل ہو سکتی ہے جیسے اشد ضرورت میں سب کچھ چھوڑ کر حتیٰ کہ نماز قضا ہو سکتی ہے مگر جہاد میں سُستی کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ لیکن ذکرِ خفی یا قلبی عمل ہی ایسا عظیم الشان ہے کہ کوئی بھی مصروفیت اسے روک نہیں سکتی لہٰذا یہ سب سے افضل ہے کہ خلوص فی العبادات بھی اسی کا پھل ہے اور خلوص فی الجہاد بھی اسی کا ثمر۔ اور یہ سب باتیں روزِ روشن کی طرح واضح ہیں مگر بدکاریا نورِ ایمان سے محرُوم لوگوں کو اللہ کریم سمجھنے کی استعداد سے بھی محروم فرما دیتے ہیں اور گناہ سے عقل بھی زنگ آلود ہو جاتی ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن کے مثالی انسان

اور ان کے درجات کا تذکرہ

بلا شبہ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا ایمان سے محروم رہنے والوں سے تو ان کا درجہ بہت بلند ہو ہی گیا مگر جن لوگوں نے ایمان قبول کر کے عمارتِ مسجد اور حاجیوں کی خدمت کا فریضہ پُورے خلوص سے نبھایا، یہ گھروں کو قربان کر کے ہجرت کرنے والے اور اپنے مال اور اپنی جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ان سے بھی بڑھ گئے اور اُن مہاجرین و مجاہدین کا درجہ اللہ کریم کے حضور بہت بڑا ہے اور پورے طور پر کامیابی اُنہی کو نصیب ہوئی۔

اللہ کریم انھیں اپنی رحمت کی نوید سُناتے ہیں کہ انھوں نے ایمان و عبادات کے ساتھ میدانِ عمل میں اپنی جان لڑا دی اگر بتقاضائے بشریت کوئی لغزش بھی ہو جائے یا کسی طرح کی کمی رہ جائے تو اللہ کی رحمت اُس کا مداوا کر دے گی نیز انھیں اپنی رضا کی بشارت دیتا ہے اور اپنی جنّت ان پر نچھاور کرتا ہے جس میں بے حد و حساب نعمتیں ہوں گی اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے نہ نعمتوں میں کمی آئے گی اور نہ ان کی مدّتِ قیام کبھی ختم ہو گی۔

یاد رہے! قرآن حکیم کے مثالی مسلمان جن کے درجات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور وہی لوگ ہمیشہ کے لئے معیار قرار دیئے گئے ہیں۔

تعلقات کی نوعیت

اے ایمان والو! تمھیں ایسے لوگوں سے کوئی واسطہ نہ رکھنا ہو گا جو اسلام کے مقابلہ میں کفر سے محبت رکھتے ہوں خواہ وہ تمھارے والدین ہوں یا بھائی، کہ جسم کا رشتہ محض بقائے نسل اور دنیا کی ضرورت پوری کرنے کا باعث ہے اور ایمان کا رشتہ ہی حقیقی رشتہ ہے جس پر دائمی اور اُخروی زندگی کی کامیابی کا مدار ہے۔ بیشک والدین کے ساتھ محبت حسنِ سلوک اور اُن کی خدمت بہت بڑا کام ہے اسی طرح بھائیوں کے حقوق ہیں لیکن اگر اسلام کی محبت اور ان کی محبت میں ٹکراؤ آ جائے یا وہ کفر پر مصر ہوں تو پھر دین کا رشتہ، اللہ اور اس کے رسُول ﷺ کی محبت قائم رہے گی اور ان کا تعلق ختم ہو جائے گا۔ اگر کوئی اس کے باوجود بھی اُن سے تعلق رکھے گا تو بہت بڑا نافرمان شمار ہو گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عملی طور پر یہ ثابت کر دیا کہ جنہوں نے اسلام قبول کیا وہ انھیں محبوب

ہو گئے اور جو کبھی محبوب تھے عزیز رشتہ دار، بھائی اور بیٹے تھے مگر جب اسلام کے مقابل بدر و اُحد میں آئے، تو اُن کی تلواروں کو اپنی تلواروں پہ روکا اور رہتی دُنیا تک تعلقات کی نوعیت کی مثال قائم کر دی۔ اللہ کریم ہمیں اُن کے مبارک نقوشِ پا پہ چلنے کی سعادت بخشے! آمین۔

ایک فیصلہ کُن انداز میں ارشاد ہوا کہ سب لوگوں کو بتا دیجئے کہ اگر والدین، بیٹے، بھائی یا بیبیاں یا تمہارے اقارب اور مال و دولت یا وہ کاروبار جس کے بند ہونے کا ڈر ہو یا پسندیدہ مکان تمھیں اللہ اور اُس کے رسُول ﷺ سے زیادہ محبُوب ہوں یا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے میں رکاوٹ بنتے ہوں تو عذاب الٰہی کا انتظار کرو کہ ایسے بدکار لوگ کبھی منزل کو نہیں پا سکتے۔ اپنے نزول کے اعتبار سے آیہ کریمہ کا خطاب اُن لوگوں سے ہے،

محبتِ الٰہیہ تمام محبتوں پہ غالب ہونی چاہیے

جو باوجود قدرت رکھنے کے محض تعلقات یا مالی نقصان سے ڈر کر ہجرت نہ کریں مگر اس کے عمُوم میں ہمیشہ کے لِئے سب لوگ شامل ہیں اور اُس دَور میں باوجود طاقت کے اگر کوئی ہجرت نہ کرتا تو مسلمان شمار ہی نہ ہوتا تھا۔ آج بھی ایسی سرزمین جہاں فسق و فجور کا غلبہ ہو چھوڑ دینے کا حکم ہے سوائے اِس کے کہ آدمی میں ترکِ وطن کی یا اس سرزمین سے نِکلنے کی طاقت ہی نہ ہو۔

طلبِ زر میں مغرب کا سفر

جو لوگ محض دولت کمانے کے لِئے مسلمان معاشرہ چھوڑ کر مغرب کے کافرانہ اور انتہائی فحش معاشرے میں جانا پسند کرتے ہیں وہ بہت بڑا گناہ کرتے ہیں اور اکثر عذاب الٰہی کو دُنیا میں بھی دیکھ کر ہی مرتے ہیں اور آخرت بھی تباہ کر بیٹھتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ بدکاروں سے تعلق ختم کر کے اور ایسے معاشرے کو ترک کر کے نیک لوگوں میں جا بسنا آج بھی فرض ہے اور ہمیشہ رہے گا سوائے اُن لوگوں کے جو وہاں دینی کام کی غرض سے یا سرکاری فرائض کی ادائیگی کے لِئے جائیں وہ بھی ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو وہاں جا کر اپنا رنگ قائم رکھیں ان کے رنگ میں نہ رنگ جائیں۔

بلکہ حکم یہ ہے کہ ایسے معاشرے میں پیدا ہونے والا اگر نورِ ایمان پالے تو ہر طرح کی فطری محبت کو قربان کر کے عقلی اور شعوری محبت جو وہ اللہ اور اُس کے رسُول ﷺ سے قائم کرتا ہے کا دم بھرے اور ایسے لوگوں میں جا بسے جو دین دار ہوں نیز عملی زندگی میں نفاذِ اسلام اور ردّ کفر کے لِئے جہاد کرے ورنہ ایمان بچانا مشکل ہو جائیگا۔

اثرِ محبّت

جس طرح بدکاروں کے ساتھ رہنے سے ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے اسی طرح نیکوکاروں اور مشائخ کی صحبت میں اللہ کی محبّت نصیب ہوتی ہے امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بہت کم لوگ اس وعید سے مستثنٰی ہوں گے ورنہ بڑے بڑے عابد و زاہد مال و دولت یا عزیز و اقارب کی محبت میں اسیر جہاد سے بیگانہ ہو چکے ہیں۔ اگرچہ یہاں محبتِ عقلی مراد ہے اور فطری جذبات اگرچہ اپنا اثر رکھتے ہوں، مگر ان محبتوں کو اللہ کے راستے میں حائل نہ ہونے دے تو بھی نہ صرف اس وعید سے بچ جائے گا بلکہ لائقِ ستائش ہے مگر اس محبت کا حقیقی مقام یہ ہے کہ یہی اُلفت طبیعت اور مزاج پر بھی غالب آجائے اور باقی سب محبتیں ضرور ہوں مگر اس کے تابع ہو کر۔

شیخ اور صحبتِ شیخ کی ضرورت

صاحبِ تفسیر مظہری کے مطابق اللہ اور اس کے رسُول ﷺ کی محبت کا یہ درجہ ایک نعمتِ کبرٰی ہے مگر اس کا حصول انعکاسی طور پر صحبتِ مشائخ سے ہی ممکن ہے جیسے صحبتِ رسالت نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ نعمت بخشی، اُن کی صحبت نے تابعین کو عطا کی اور آج تک یہ ثابت ہے جو جذبۂ دل صحبتِ شیخ میں انعکاسی طور پر نصیب ہوتا ہے وہ اس کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر بدکار کی صحبت سے منع فرمایا کہ ایمان اور ہدایت کے لئے خطرہ ہے تو یہی مشائخ کی صحبت اختیار کرنے کی دلیل بھی ہے کہ اس میں ایمان کی لذّت و حلاوت نصیب ہوتی ہے اور عقلی و شعوری محبت ترقی کر کے مرتبۂ عشق پہ فائز ہوتی ہے۔ اکثر مفسّرین نے یہاں یہی مسلک اپنایا ہے اور فرمایا کہ مقامِ خُلّہ تک رسائی کے لئے خلیل آسا سب کچھ لٹانا پڑتا ہے۔

نیز فرمایا کہ شریعت و سُنت کی حفاظت، اس میں رکاوٹ ڈالنے والوں سے مقابلہ اور جہاد ہی اس محبت و سرفروشی کا نشان ہیں۔

رکوع نمبر ۴   آیات ۲۵ تا ۲۹   واعلموا ۱۰ | ۱۰

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ	خدا نے بہت سے موقعوں پر تم کو مدد دی ہے اور جنگ حُنین کے دن جب کہ تم کو اپنی جماعت کی کثرت پر غرّہ تھا تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین باوجود اتنی بڑی فراخی کے تم پر	25. Allah hath given you victory on many fields and on the day of Huneyn,[2] when ye exulted in your multitude but it availed you naught, and the earth, vast as it is, was

بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِينَ ﴿٢٥﴾

تنگ ہوگئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر پھر گئے (۲۵)

straitened for you; then ye turned back in flight!

ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَ
عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا
وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿٢٦﴾

پھر خدا نے اپنے پیغمبر پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل
فرمائی اور (تمہاری مدد کو فرشتوں کے) لشکر جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے
(آسمان سے) اتارے اور کافروں کو عذاب دیا۔ اور کفر کرنے والوں کی یہی سزا ہے (۲۶)

26. Then Allah sent His peace of reassurance down upon His messenger and upon the believers, and sent down hosts ye could not see, and punished those who disbelieved. Such is the reward of disbelievers.

ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَلَىٰ مَن
يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٧﴾

پھر خدا اس کے بعد جس پر چاہے مہربانی سے توجہ فرمائے
اور خدا بخشنے والا مہربان ہے (۲۷)

27. Then afterward Allah will relent toward whom He will; for Allah is Forgiving, Merciful.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ
نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ
عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ
يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ إِن شَاءَ ۚ إِنَّ
اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٨﴾

مومنو! مشرک تو پلید ہیں تو اس برس کے
بعد وہ خانہ کعبہ کے پاس نہ جانے پائیں اور اگر
تم کو مفلسی کا خوف ہو تو خدا چاہے گا تو
تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ بے شک
خدا سب کچھ جانتا اور حکمت والا ہے (۲۸)

28. O ye who believe! The idolaters only are unclean. So let them not come near the Inviolable Place of Worship after this their year. If ye fear poverty (from the loss of their merchandise) Allah shall preserve you of His bounty if He will. Lo! Allah is Knower, Wise.

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ
أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن
يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٢٩﴾

جو لوگ اہل کتاب میں سے خدا پر ایمان نہیں لاتے اور
نہ روزِ آخرت پر (یقین رکھتے ہیں) اور نہ ان چیزوں
کو حرام سمجھتے ہیں جو خدا اور اس کے رسول نے حرام کی
ہیں اور نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان سے جنگ کرو
یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں (۲۹)

29. Fight against such of those who have been given the Scripture as believe not in Allah nor the Last Day, and forbid not that which Allah hath forbidden by His messenger, and follow not the Religion of Truth, until they pay the tribute readily, being brought low.

اسرار و معارف

رہی بات نتائج کی تو اے مسلمانو! اللہ نے تمہاری بے شمار مواقع پر مدد فرمائی ہے کہ قلتِ تعداد اور اسباب کی کمی کے باوجود تم فاتح اور غالب رہے، یومِ حنین ہی کو دیکھ لو!

واقعۂ حنین

غزوہ حنین بھی ۸ھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد وقوع پذیر ہوا۔ اس کا سبب بنو ہوازن کا حملہ آور ہونا بنا۔ مقامِ حنین مکہ مکرمہ سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر طائف کی جانب ہے۔ مکہ مکرمہ کے نواح میں طائف تک بنو ہوازن کے مختلف قبائل بکھرے ہوئے تھے اور یہ لوگ جنگجو اور بہادر بھی تھے فتح مکہ کی خبر سن کر اُن کے سردار جمع ہوئے اور یہ مشورہ کیا کہ قریش نے تو ہتھیار ڈال دیئے اب مسلمان فوج کا رُخ ہماری طرف ہو گا، لہٰذا پیشتر اس کے کہ وہ حملہ آور ہوں ہمیں مسلمانوں پہ حملہ کر کے انھیں کچل دینا چاہیئے۔ اس کے لئے انھوں نے

اپنے تمام قبائل کو جو مکہ سے طائف تک پھیلے ہوئے تھے جمع کر لیا۔ طائف میں بنو ثقیف بھی انہی کا ایک قبیلہ تھا مالک بن عوف سردار چُنے گئے جو بعد میں بہت مشہور مسلمان جرنیل ثابت ہوئے اس وقت اِتنی ہی شِدت سے اس طرف لگے ہوئے تھے۔ بنو کعب اور بنو کلاب جو اسی قبیلہ کی شاخیں تھیں اس میں شامل نہ ہوئے اُن کا قول تھا کہ اگر مشرق و مغرب بھی محمد ﷺ کے خلاف جمع ہو جائیں تو وہ آپ ﷺ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے بلکہ شکست کھائیں گے کہ اُن کے ساتھ خدائی طاقت ہے۔

مالک بن عوف نے اس جنگ میں نئی تدبیر یہ اختیار کی کہ سب لوگوں کے بیوی بچے اور مال مویشی تک ساتھ رکھے اور میدانِ جنگ میں صفوں کے پیچھے رکھے تا کہ کوئی بھی چھوڑ کر بھاگ نہ سکے لشکر کی تعداد کے بارے مختلف آراء ہیں مگر زیادہ درست بات مظہری کے مطابق بھی یہی نظر آتی ہے کہ چھبیس ہزار[26,000] بچے، بوڑھے، خواتین اور چار ہزار جنگی جوان تھے یوں کل تعداد تیس ہزار[30,000] بنتی ہے۔

نبیِ رحمت ﷺ کو اُن کے منصوبہ کا علم ہُوا تو آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ فرمایا بارہ ہزار کا لشکر فتح مکہ کے لیئے ہمرکاب تھا۔ دو ہزار مجاہد مکہ اور نواح کے نومسلموں میں سے تیار ہوئے اور یہ چودہ ہزار[14,000] کا لشکر روانہ ہو کر خیف بنی کنانہ پہ خیمہ زن ہوا جہاں کبھی اہلِ مکہ نے جمع ہو کر مسلمانوں سے مقاطعہ کا معاہدہ لکھا تھا۔

گزشتہ مصیبت کو اقتدار میں یاد رکھنا شکر ہے

اِقتدار اور فراوانی کے وقت گزشتہ مصیبت اور تنگی کے دنوں کو یاد رکھنا، شکر ادا کرنے کا سبب بنتا ہے لہٰذا آپ ﷺ نے وہیں قیام کا ارشاد فرمایا۔

اِس لشکر کے ساتھ اہلِ مکہ بحیثیت تماشائی بھی تھے مرد بھی خواتین بھی کہ مسلمانوں کو شکست ہو تو وہ بھی اپنا جوشِ انتقام سرد کریں اور اگر فتح ہو تو انھیں کوئی نقصان نہ ہو گا ایسے لوگوں میں حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے جو خود بیان فرماتے ہیں کہ میرا باپ اور چچا بدر میں مارے گئے تھے لہٰذا میں اس تاک میں تھا کہ دورانِ جنگ موقع پاؤں تو رسُول اللہ ﷺ کو قتل کردوں

توجہ کا اثر

جب گھمسان کا رَن پڑا اور لوگ بکھرنے لگے تو میں آگے بڑھا مگر دائیں بائیں حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت ابو سفیان ابن حارث رضی اللہ عنہ بطور محافظ موجود تھے میں پیچھے

چلا گیا اور حملے کا ارادہ کر رہا تھا کہ آپ ﷺ نے مجھے آواز دی "شیبہ! یہاں آؤ"۔ جب قریب گیا تو دستِ مبارک میرے سینے پر رکھا اور فرمایا "اے اللہ! شیطان کو اس سے دُور کر دے"۔ یکایک میری حالت بدل گئی اور ہر رگِ جان میں آپ ﷺ کی محبت لہریں مارنے لگی۔ فرمایا، "جاؤ! کفار سے لڑو"۔ اور میں کفار پر ٹوٹ پڑا۔ ایسے واقعات متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہیں۔ درخت کے نیچے آرام کرنے کا واقعہ بھی اسی سفرِ مبارک کا ہے کہ جب آپ ﷺ آرام فرما تھے تو کسی کافر نے تلوار لے لی اور بیدار کر کے پوچھا، اب میرے ہاتھ سے آپ کو کون بچا سکتا ہے؟ فرمایا، اللہ۔ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ آپ ﷺ نے تلوار لے لی اور معاف فرما دیا۔

الغرض مسلمانوں نے مقامِ حنین پر پہنچ کر پڑاؤ کیا اور مخالف لشکر میں مخبر بھیجے جو ان کی تعداد اور اُن کے طریقِ جنگ کی خبر لائے کہ دشمن صف بندی ہی اس طرح کر رہا ہے کہ ہر ایک کے پیچھے اس کے بیوی بچے اور مال ہے کہ میدان سے بھاگ نہ سکے۔

غلطی کی پاداش میں دُنیا کا نقصان ضرور ہوتا ہے

خواہ اخروی اعتبار سے معاف بھی ہو جائے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بدر و اُحد کا تجربہ بھی تھا فتح مکہ بھی ان کی نظر میں تھی تو بعض حضرات سے یہ کلمہ صادر ہوا کہ یہ لشکر تو ہمارے مقابل کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور یہی بات اللہ کی بارگاہ میں ناپسند ٹھہری۔ عجیب بات ہے کہ جس قدر بلندیٔ منازل نصیب ہو معاملہ اُسی قدر نازک ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ بات عام سی تھی مگر اُن کے مقام کے شایان نہ تھی، کہنا یہ چاہیئے تھا کہ آج بھی اللہ ج فتح دینگے! اس پر گرفت ہوئی اور دُنیا کے اعتبار سے پریشان ہونا پڑا۔

بنو ہوازن یکبارگی ٹوٹ پڑے اور اس قدر گھمسان کا رَن پڑا کہ دن غبار کے باعث رات نظر آتا تھا۔ نیز اونٹوں پر عورتیں اور بچے جو پیچھے تھے سب لشکر کا حصّہ نظر آتے تھے۔ کچھ سوار جو اطراف کی گھاٹیوں میں پوشیدہ تھے وہ بھی ٹوٹ پڑے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بہت مشکل بنی اور لشکرِ اسلام تتر بتر ہونے لگا۔ اسی وقت کا تذکرہ اس آیہ کریمہ میں ہے کہ زمین اپنی وسعتوں سمیت تم پر تنگ ہو گئی اس عالم میں بھی رسولِ کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ جاں نثاروں کا ایک گروہ مسلسل آگے بڑھتے رہے۔ صاحبِ مظہری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ

کی روایت سے خلفاء اربعہؓ کے نام بطور خاص ذکر کیے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم کاب رہ جانے والوں کی تعداد تین سوؓ بیان کی گئی ہے اسی حال میں نبی اکرم ﷺ نے یہ رجز پڑھا،

انا النّبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ارشاد ہوا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو باآوازِ بلند پکاریں کہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والے کہاں ہیں؟ اور کہاں ہیں سورۃ بقرہ والے؟ انصارؓ کے جانباز کیا ہوئے؟ سب جمع ہو جاؤ کہ رسُول اللہ ﷺ یہاں ہیں۔ پس اس آواز نے دلوں کی کایا پلٹ دی اور سب نے لوٹ کر حملہ کر دیا۔ یہ سب پریشانی اُس ایک جملہ کی وجہ سے تھی جو نہ جانے کس کی زبان سے نکلا کہ ارشاد ہوا اذا عجبتکم کثرتکم۔ کہ اپنی کثرت پہ ناز تھا۔

کیفیات کا نزول

جب پلٹے تو اللہ کریم نے سکینہ نازل فرمائی اپنے رسُول ﷺ پر اور مومنین پر ایک کیفیت جس سے قلوب جم گئے۔ جو پہلے جمے ہوئے تھے وہ مزید جم گئے اور جن کے پاؤں اکھڑ رہے تھے وہ بھی جم گئے یہی کیفیات ہوتی ہیں جو اللہ کے راستے پر اور نیکی پر قدم جمانے کا باعث بن جاتی ہیں۔ چنانچہ جو دشمن کی قوّت سے گھبرا رہے تھے۔ انھیں فتح سامنے دکھائی دینے لگی اور ساتھ فرشتوں کے لشکر نازل فرما دیئے جُنُوداً لَّمۡ تَرَوۡهَا سے مراد عام طور پر ہر کسی کا دیکھنا ہے ورنہ خاص لوگوں کا فرشتوں کو دیکھنا روایات میں موجود ہے۔ مسلمانوں کو ثبات عطا فرما کر نیز ملائکہ کے لشکر اتار کر کفار کو سزا دی اور وہ بال بچے اور مال بھی چھوڑ کر بھاگ نکلے حتیٰ کہ خود مالک بن عوف اپنے بیوی بچے چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا یہ ذلت آمیز شکست اُن کے کفر کی سزا کے طور پر تھی۔

دین داری دُنیا کے مفاد کا سبب بھی ہے

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر کفر اور گناہ دُنیا میں ناکامی کا باعث بنتے ہیں تو دین داری اور خلوص دُنیا کی کامیابی و کامرانی کا سبب بھی ہے چنانچہ مسلمانوں کو چھ ہزار قیدی چوبیس ہزار کے قریب اُونٹ اور چالیس ہزار سے زائد بکریاں اور تقریباً چار من چاندی غنیمت میں ہاتھ آئی۔

بنو ہوازن نے شکست کے بعد کئی جگہ لڑنا چاہا مگر مسلسل شکست پہ شکست کھاتے طائف جا پہنچے، اور

قلعہ بند ہو گئے۔ رسُول اللہ ﷺ نے بیس روز قلعہ کا محاصرہ رکھا، اندر سے تیر اندازی کرتے رہے مگر باہر نکل کر لڑنے کی ہمّت نہ ہوئی۔

جہاد کا مقصد

اِس مقام پر بھی آپ ﷺ نے بنو ہوازن کی ہدایت کے لِئے دُعا فرمائی جس سے جہاد کا مقصد متعین ہو گیا کہ بُرائی کو مٹا کر انصاف کا قیام اور نیکی کا قیام مقصود ہے لوگوں کو تہہ تیغ کرنا، رقبہ چھیننا یا مال و دولت حاصل کرنا جہاد کے مقاصد نہیں جبکہ جنگ میں یہی سب مقصود ہوتا ہے چنانچہ جب واپسی ہوئی اور مقامِ جعرانہ پر پہنچ کر غنیمت تقسیم ہونے لگی تو ہوازن کے سرداروں کا ایک وفد پہنچ گیا، جنھوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان بھی کیا اور یہ درخواست بھی کی کہ یا رسُول اللہ! ہم بسلسلہ رضاعت آپؐ کے خویش بھی ہیں بلکہ آپ ﷺ کے رضاعی چچا بھی اُنکے ساتھ تھے چنانچہ آپؐ ہمارے حال پر رحم فرمائیں۔

حقوق کی اہمیت

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر سب میرے قبضے میں ہوتا تو فوراً لوٹا دیتا مگر غنیمت پر تو مجاہدین کا حق ہے لہٰذا آپ قیدیوں اور مال میں سے ایک کا انتخاب کرلیں تو مَیں اس کے لِئے لوگوں سے بات کروں۔ انھوں نے عرض کیا، ہمیں قیدی عطا ہوں۔ آپ ﷺ نے خُطبہ ارشاد فرمایا اور سب لوگوں سے فرمایا کہ یہ تمھارے بھائی اسلام قبول کرتے ہیں جو صاحب خوشدلی سے اپنا حصّہ چھوڑ دیں وہ احسان کریں اور جو نہ کرنا چاہیں انھیں فَے سے حصّہ دے دیا جائے گا لہٰذا ان کے قیدی لُوٹا دیئے جائیں۔ سب نے عرض کیا، درست ہے۔ مگر آپ ﷺ نے پھر سے سرداروں کو حکم دیا کہ ایک ایک سے الگ الگ پوچھیں، یہ نہ ہو کہ کوئی محض رواداری میں مارا جائے اور دل سے ایسا نہ کرنا چاہتا ہو۔ چنانچہ ہر ایک کے حق کی اُس سے اجازت لی گئی۔

اور فرمایا، اس کے بعد بھی جسے چاہے ہدایت دے دے اور اس کی توبہ قبول فرمالے کہ اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو مخلص تھے اور اسلام کی حقانیت اور نبی رحمت ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ سے واقف نہ تھے تو مخالف تھے۔ جب بات واضح ہوئی تو تائب ہو کر حلقۂ خدام میں داخل ہو گئے کہ اسلام کسی کو مٹانے کے لِئے نہیں بلکہ خلقِ خدا کو راہِ راست دکھانے کے لِئے جہاد کا حکم دیتا ہے۔

گستاخ کو توفیقِ توبہ بھی نہیں ملتی

لہٰذا وہ نتیجہ بھی حاصل ہو گیا مگر جن لوگوں نے گستاخی کی اور توہین کر کے خوش ہوتے تھے انھیں توبہ کی توفیق بھی نہ ملی اور کفر ہی پہ خاتمہ ہُوا۔ یہی حال اہل اللہ سے برتاؤ کا ہے کہ اگر اُن سے استفادہ نہ کرے تو بھی اُن کی توہین نہ کرے ورنہ دو طرح کے نتائج بھگتنا پڑتے ہیں اوّل تو یہ یقینی ہے کہ پھر ان سے فائدہ نصیب نہیں ہوتا دوم، سوءِ خاتمہ کا اندیشہ بھی ہے۔

اگلا حکم یہ ارشاد ہے کہ اب جبکہ مسجدِ حرام اللہ جلّ شانہٗ نے مسلمانوں کو عطا کر دی ہے اور انھوں نے اس کو بُتوں کی نجاست سے پاک کر کے محض اللہ جلّ شانہٗ کی عبادت کے لئے مختص کر دیا ہے تو اب مشرکین کو اس میں داخلہ کی اجازت ہرگز نہ دی جائے۔ اور اس کی وجہ اُن کی نجاست کو قرار دیا۔ اگرچہ نجاست کی مختلف اقسام ہیں مثلاً ظاہری جیسے غسلِ جنابت وغیرہ نہ کیا ہو یا باطنی، جیسے کفر اور عقائدِ فاسدہ یا قلبی جیسے اخلاقِ رذیلہ تو کافر میں یہ سب اقسام بیک وقت موجود ہوتی ہیں اگر صرف ظاہری مراد ہو تو مومن کو بھی حدثِ اکبر یعنی جنابت کی حالت میں یا عورت کو حیض وغیرہ کی حالت میں مسجد میں داخلے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا یہاں مراد عقائد کی نجاست اور کافرانہ رسُومات ہیں کہ ۹ھ ہجری میں یہ اعلان فرمایا گیا اور ۱۰ھ تک حدِ حرم سے نکل جانے کی اجازت تھی اس کے بعد قیامت تک کسی کافر کو حدِ حرم میں داخلے کی اجازت نہیں۔

کافر کا مساجد میں داخلہ

حدِ حرم میں خاص طور پر اور دُنیا بھر کی مساجد میں عموماً کفار کے داخلے کی اجازت نہیں مگر حرم کے علاوہ مساجد میں خاص کام سے کافر داخل ہو سکتا ہے، جیسے ثقیف کا وفد جو فتحِ مکّہ کے بعد حاضرِ خدمت ہوا تھا اسے حضور اکرم ﷺ نے مسجد میں ٹھہرایا تھا۔ یہاں سے علماءؒ نے دلیل حاصل کی ہے کہ خاص امور کے لئے اور خاص مواقع پر مساجد میں داخل ہو سکتے ہیں مگر اپنی کافرانہ رسُومات کے لئے کسی بھی مسجد کو استعمال نہیں کر سکتے۔

کافر ممبر اسمبلی

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق یہ حکم مشرکین اور کفارِ اہلِ کتاب سب کے لئے عام ہے نیز مساجد ہی اہم امور کی مشاورت کے لئے بھی سب سے بہتر مقام ہیں لہٰذا کفار کا داخلہ سیاسی طور پر بھی ممنوع ہے ایسے ہی کفار کو مشاورت میں شریک کرنا یا فوجی عہدے دینا جائز نہ ہو گا اور نہ انھیں اسمبلیوں کے ممبر

بنانا جائز ہو گا بلکہ ان کے حقوق کی نگہداشت مسلم مشیروں کے فرائض میں داخل ہے۔

حصولِ رزق اور دینی مصالح

چونکہ کفار کا مکہ مکرمہ میں آنا جانا ایک ملکی تجارتی منڈی کے بنانے کا باعث بھی تھا اور عربوں کے حصولِ رزق کا بہت بڑا ذریعہ تجارت تھا اب اگر اُن کا آنا جانا روک دیا گیا تو ظاہر ہے حصولِ رزق کا بہت بڑا سبب بھی تو ہاتھ سے نکل جائے گا تو یہاں ایک قانون ارشاد فرما دیا کہ اگر حصولِ رزق کا سبب دینی امور میں خطرہ کا باعث بنتا ہو تو دینی مصالح پر اسے قربان کر دیا جائے گا اور رزق کو اللہ پہ بھروسہ کر کے دوسرے ذرائع سے جن میں یہ خطرہ نہ ہو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اللہ قادر ہے وہ اسباب کا محتاج نہیں بلکہ اسباب اور ان میں اثرات کو پیدا کرنے والا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے کرم سے رزق عطا کر دے گا۔ بلکہ چاہے تو ان اسباب ہی سے مستغنی کر دے گا اور اپنے کرم سے رزق میں فراوانی عطا فرمائے گا کہ وہ سب کچھ جاننے والا بھی ہے اور حکیم و دانا تر بھی ہے۔ یہاں اُن لوگوں کے لئے درسِ عبرت ہے جو محض چند ٹکوں کے لئے مغرب کو بھاگتے ہیں جہاں سارا دین گنوا بیٹھتے ہیں۔

اہمیتِ حدیث

دوستی کہاں کی، وہ کفار جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت پہ یقین اور نہ ہی دینِ حق کو قبول کرتے ہیں۔ پھر جو چیزیں اللہ نے حرام کی ہیں اور جن چیزوں کو رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔ انھیں حرام نہیں جانتے یہاں وہ حُرمت، جو کتاب اللہ میں بیان ہوئی اور وہ حرمت، جو حدیثِ پاک میں ارشاد ہوئی۔ دونوں کا درجہ ایک سا ارشاد فرمایا۔ اس لئے کہ حدیثِ پاک کا حکم بھی اللہ ہی کا حکم ہے اور اس کے منکر سے بھی جہاد ہو گا۔ اس میں اہلِ کتاب بھی بعض اُمور کے منکر ہو کر اسی صف میں شامل ہو گئے جن سے جہاد کیا جائے گا تا آنکہ وہ مسلم ریاست کے ماتحت رہنا قبول کریں اور جزیہ یعنی ریاست کو ٹیکس ادا کریں اور اُن کی شوکت، اسلام کے مقابلہ میں ٹوٹ جائے۔

جہاد کے اسباب

یہاں چار اسباب مذکور ہیں، ایمان باللہ، ایمان بالآخرت، حرام کو حرام اور حلال کو حلال جاننا اور دینِ حق کو بحیثیت دین قبول کرنا جہاں اِن چاروں میں سے کوئی صفت نہ پائی جائے گی۔ تو ایسے لوگ صرف ذمی بن کر اور ٹیکس ادا کر کے ماتحت ہو کر مسلم ریاست میں رہیں گے ورنہ اُن سے جہاد کیا جائے گا اور ریاست کو ان فتنوں سے پاک کیا جائے گا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ
النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ
بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ
كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى
يُؤْفَكُونَ ۝٣٠

اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائی
کہتے ہیں کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں۔ یہ اُن کے منہ کی باتیں
ہیں۔ پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے یہ بھی
انہیں کی ریس کرنے لگے ہیں خدا انکو ہلاک کرے۔ یہ
کہاں بہکے پھرتے ہیں ۝۳۰

30. And the Jews say: Ezra is the son of Allah, and the Christians say: The Messiah is the son of Allah. That is their saying with their mouths. They imitate the saying of those who disbelieved of old. Allah (Himself) fighteth against them. How perverse are they!

اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا
مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ
وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلٰهًا وَاحِدًا
لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝٣١

انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ
کے سوا خدا بنا لیا حالانکہ اُن کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ خدائے
واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اس کے سوا کوئی
معبود نہیں۔ اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے ۝۳۱

31. They have taken as lords beside Allah their rabbis and their monks and the Messiah son of Mary, when they were bidden to worship only One God. There is no god save Him. Be He glorified from all that they ascribe as partners (unto Him)!

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ
وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ
الْكٰفِرُونَ ۝٣٢

یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر)
بجھا دیں۔ اور خدا اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں۔
اگرچہ کافروں کو بُرا ہی لگے ۝۳۲

32. Fain would they put out the light of Allah with their mouths, but Allah disdaineth (aught) save that He shall perfect His light, however much the disbelievers are averse.

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَ
دِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝٣٣

وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دیکر
بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب
کرے اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں ۝۳۳

33. He it is Who hath sent His messenger with the guidance and the Religion of Truth, that He may cause it to prevail over all religions, however much the idolaters may be averse.

يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ
وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ
بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ
وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا
يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝٣٤

مومنو! (اہل کتاب کے) بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا
مال ناحق کھاتے اور (اُن کو) راہ خدا سے روکتے ہیں اور
جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کے
رستے میں خرچ نہیں کرتے ان کو اُس دن کے عذاب الیم
کی خبر سُنا دو ۝۳۴

34. O ye who believe! Lo! many of the (Jewish) rabbis and the (Christian) monks devour the wealth of mankind wantonly and debar (men) from the way of Allah. They who hoard up gold and silver and spend it not in the way of Allah, unto them give tidings (O Muhammad) of a painful doom:

يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا
جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هٰذَا
مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ
تَكْنِزُونَ ۝٣٥

جس دن وہ (مال) دوزخ کی آگ میں (خوب) گرم کیا
جائے گا پھر اس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیاں اور پہلو
اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے
جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اسکا مزہ چکھو ۝۳۵

35. On the Day when it will (all) be heated in the fire of hell, and their foreheads and their flanks and their backs will be branded therewith (and it will be said unto them): Here is that which ye hoarded for yourselves. Now taste of what ye used to hoard.

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا
فِي كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ
مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ

خدا کے نزدیک مہینے گنتی میں (بارہ ہیں یعنی) اس روز (سے)
کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ کتاب خدا میں (برس کے)
بارہ مہینے (لکھے ہوئے) ہیں ان میں سے چار مہینے ادب کے ہیں۔ یہی

36. Lo! the number of the months with Allah is twelve months by Allah's ordinance in the day that He created the heavens and the earth. Four of them are sacred; that is right religion. So wrong not yourselves in them. / And wage war on all the ido-

فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۳۶﴾

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ ۖ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ ۚ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۳۷﴾

دین (کا) یہی سیدھا رستہ ہے۔ تو ان (مہینوں) میں (قتال ناحق سے) اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا۔ اور تم سب کے سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب کے سب تم سے لڑتے ہیں۔ اور جان رکھو کہ خدا پرہیزگاروں کے ساتھ ہے (۳۶)

امن کے کسی مہینے کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرتا ہے اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں۔ ایک سال تو اسکو حلال سمجھ لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام۔ تاکہ ادب کے مہینوں کی جو خدا نے مقرر کئے ہیں گنتی پوری کر لیں۔ اور جو خدا نے منع کیا ہے اسکو جائز کر لیں۔ ان کے بُرے اعمال انکو بھلے دکھائی دیتے ہیں اور خدا کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (۳۷)

laters as they are waging war on all of you. And know that Allah is with those who keep their duty (unto Him).

37. Postponement (of a sacred month)[3] is only an excess of disbelief whereby those who disbelieve are misled, they allow it one year and forbid it (another) year, that they may make up the number of the months which Allah hath hallowed, so that they allow that which Allah hath forbidden. The evil of their deeds is made fair-seeming unto them. Allah guideth not the disbelieving folk.

اسرار و معارف

چونکہ ایمان باللہ بھی وہی قابلِ قبول ہے جو ان اوصاف کے ساتھ ہو جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی ہیں۔ ان سے ہٹ کر اگر کسی نے اللہ کو مانا بھی تو وہ نہ ماننے کے برابر ہے جیسے اہلِ کتاب کہ اللہ پر اور آخرت پر ایمان تو رکھتے تھے مگر ظالموں نے اللہ جل شانہ کے لئے اولاد تجویز کر دی۔ یہود نے کہا، حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے تھے اسی طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا اور بغیر کسی دلیل کے محض اپنی رائے سے گپ ہانکی ہے اللہ انھیں تباہ کرے۔ کیسی غلط بات پر جم گئے ہیں۔ اور یوں اپنے طور پر تو اللہ کا کوئی نہ کوئی تصور ہر قوم کے پاس ہے مگر یہ کوئی ماننا نہ ہوا۔ لہٰذا سب سے جہاد ہو گا۔ یا یہ جزیہ ادا کریں گے۔ جزیہ سے مراد وہ ٹیکس ہے جو حاکم وقت اپنی صوابدید سے طے کرتا ہے اور اس کے بدلے کفار کو اسلامی ریاست میں بحفاظت رہنا نصیب ہوتا ہے۔ یہ چونکہ قتل کی جزا کے طور پر لیا گیا ورنہ تو کفر کی سزا قتل تھی مگر ایک جرمانہ مقرر کر کے قتل سے معاف کر دیئے گئے۔ پھر یہ ایسے لوگوں پر عائد نہ ہو گا جن پر تلوار اٹھانا ویسے ہی منع ہے مثلاً بچے، بوڑھے خواتین، معذور لوگ اور مذہبی پیشوا وغیرہ ذالک۔

اور اُن کا جُرم صرف یہی نہیں بلکہ انھوں نے اپنے مذہبی پیشواؤں کو ہی اپنا معبود بنا رکھا ہے کہ جب اللہ کے حکم کے مقابلہ میں اُن کی بات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں تو گویا انھوں نے اللہ کی ذات کی

جگہ پر اپنے مذہبی پیشواؤں کو اپنا ربّ مان لیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تو باقاعدہ عبادت کرتے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی جبکہ خود عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ واحد کی عبادت کا حکم دیا تھا اور حق بھی یہ ہے کہ اس ذاتِ واحد کے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق ہے بھی نہیں۔ جو شریک بناتے جاتے ہیں وہ اُن سے بہت بلند اور ان غلط عقائد سے بہت اعلیٰ اور پاک ہے۔

تقلیدِ ائمہ اور یہ آیہ مبارکہ

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد تقلید کی ممانعت ہے جو درست نہیں بلکہ اس سے مراد پیشہ ور علماء کی اُن باتوں پہ عمل کرنے میں ممانعت ہے جو خلافِ شریعت ہوں۔ اہلِ علم کا اللہ اور اس کے رسُول ﷺ کے حکم کے مطابق فتویٰ دینا اور عوام کا اس پر عمل تو یہاں بھی بیان ہوا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیماتِ حقّہ کا ذکر کہ انھوں نے تو اللہ جلّ جلالہٗ واحد کی عبادت کا حکم دیا تھا۔ اب اس حکم کو آگے نقل کرنے والے کی اطاعت درصل نبی کی اطاعت ہوگی مگر اللہ اور اس کے رسُول ﷺ کے ارشاد کے خلاف بات کو ثواب جان کر کرنا کفر ہے۔

اور یہ اپنے کفر میں اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ اپنی غلط روایات سے دینِ حق کو لوگوں سے اوجھل کر دینا چاہتے ہیں جیسے کوئی پھونک مار کر چراغ کو گل کرنا چاہے مگر یہ عام چراغ نہیں یہ تو اللہ کا نُور ہے اور یہی وجہ ہے کہ بدکار کتابیں بھی پڑھ لے اُسے دین نہیں آتا، محض روٹی کمانے کو باتیں کرنا آجاتا ہے۔

دین کا علم نیکی سے آتا ہے

اور اگر نیک ہو اور اللہ و رسُول ﷺ کی اطاعت کرنے والا ہو تو علمِ دین دل میں جگہ بنا لیتا ہے اور حال بن جاتا ہے۔

فرمایا، اللہ تو ذات ہی وہ ہے جس نے اپنے رسُول ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا ہی اس لیئے ہے کہ وہ تمام مذاہب پر غلبہ پالے خواہ مشرکین کو یہ بات کتنی ہی ناگوار ہو۔

غلبۂ اسلام

یہ آیہ کریمہ غلبۂ اسلام کی نہ صرف بشارت دیتی ہے بلکہ اس بات کا دعویٰ کرتی ہے کہ اسلام آیا ہی دُنیا میں غالب ہونے اور غالب رہنے کے لیئے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے زندگی کے ہر موضوع پر وہ بات ارشاد فرمائی جو اس کام کے کرنے کا صحیح ترین انداز ہے مثلاً سیاسی، معاشی، اخلاقی امور اور تعلقات کا وہ انداز جو عین مزاجِ انسانی کے مطابق ہے، ارشاد فرمایا۔ اور لُطف کی بات یہ ہے کہ

یہی دینِ حق بھی قرار دیا یعنی عملی زندگی سے الگ یا گوشہ نشینی کا حکم نہیں دیا بلکہ میدانِ عمل میں ہر کام کو حق کے مطابق کرنا ہی دین ہے اور یہی غلبۂ دین کا سبب ہے عبادات کا اپنا مقام ہے۔ عبادات دراصل وہ قوتِ باطن حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں جو سفرِ حیات میں اور میدانِ عمل میں اللہ کی اطاعت پہ قائم رکھنے کا سبب ہو۔ لہٰذا ہر سلیم الطبع انسان اِس مذہبِ حقّہ کو قبول کرے گا اور یہ ادیانِ عالم پر غالب رہے گا۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ کس طرح اِسلام نے مذاہبِ باطلہ کو شکست دی اور رُوئے زمین پر چھا گیا۔ آج کا حال کہ مسلم پُوری دُنیا میں پریشان ہے تو اس کا ذمّہ دار آج کا مسلمان ہے جس نے میدانِ عمل سے دین کو الگ کر دیا ہے اور صرف مساجد تک محدُود کر دیا ہے۔ مساجد سے باہر سیاسی امُور ہوں یا معاشی، وہاں کفار کا اِتباع کیا جاتا ہے اور اُن جیسا طریقِ کار اپنایا جاتا ہے، جس کا نتیجہ مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ آج بھی ہم اپنی عملی زندگی کو اِسلام کے تابع کر لیں تو آج بھی روئے زمین پر غلبہ عطا کرنا اللہ کریم کا کام ہے۔ یہ طرح طرح کے اِزم اور مغربی جمہوریت یا محض شخصی اور ذاتی پسند کی حکومتیں مسلمانوں کو اسلام سے دُور لے جانے کا سبب بن رہی ہیں۔

عُلمائٔ و مشائخ کے لِئے لمحہ فکریہ

جن یہُود اور نصاریٰ کا طرزِ عمل اور تہذیب و معاشرت مسلم معاشرے اختیار کر رہے ہیں۔ خود اُن کا یہ حال ہے کہ ان کے مشائخ اور علماء جو بظاہر بڑے عابد و زاہد نظر آتے ہیں دراصل آخرت کو گم کر چکے ہیں اور محض لوگوں کا مال کھانے کے لِئے جُبے پہنے ہوئے ہیں۔ ناروا طریقوں سے مال حاصل کرتے ہیں اور دولت لے کر کتاب اللہ کے احکام تک بدل دیتے ہیں اِس طرح حصولِ زر کی طمع میں اللہ کی راہ سے لوگوں کو بھٹکا رہے ہیں۔ جن اقوام کے نام نہاد نیک طبقہ کا یہ حال ہے ان کے دُنیا داروں کا حال کیا ہو گا اور جو ان کے پیچھے چلے گا اِسے کیا فائدہ مِل سکے گا۔ اگر مسلمان علمائٔ و مشائخ بھی لوگوں کو محض چندے اور شیرینیاں جمع کرنے کا سبب بنائے رکھیں گے اور ان کی اصلاح کی فکر نہ کریں گے تو وہ بھی اسی وعید کے مصداق ہوں گے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

فرمایا، یہ بات یاد رکھو کہ جو لوگ دولت کی ہوس میں اللہ کو اور آخرت کو بھُلا بیٹھتے ہیں اور محض سونا چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اِسے اللہ کے بتائے ہوئے قاعدے کے مطابق خرچ نہیں کرتے تو انھیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے! یاد رہے اسلام اِرتکازِ دولت کے خلاف ہے یعنی محض کچھ لوگ دولت جمع کرتے رہیں اور دُوسرے

بھُوکے مریں بلکہ امیر پر زکوٰۃ واجب کردی۔ علاوہ ازیں جب بات خرچ کرنے کی کرتا ہے تو یقیناً جس آدمی کو اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرنا ہے وہ کمائی کے ناجائز ذرائع اختیار نہیں کرے گا پھر ان کے اختیار کرنے کی اُسے ضرورت ہی نہیں رہتی اور یوں جب کسی کا حق مارا نہیں جاتا تو ایک خوبصورت معاشرہ شکل پذیر ہوتا ہے لیکن اگر کوئی محض لوٹ کھسوٹ سے مال ہی جمع کرتا رہے تو وہ سُن رکھے کہ ایک روز یہی مال جہنم کی آگ پر گرم کیا جائے گا اور جمع کرنے والے کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ پر اس سے داغ لگائے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ یہ وہ لُوٹ کی دولت ہے جو تم نے لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈال کر جمع کی تھی اب اس کا مزہ چکھو۔

یاد رہے، اسلام میں مال جمع کرنے سے روکا نہیں گیا کہ حلال کمائے اور جو سال بھر پاس جمع رہے اُس پر زکوٰۃ ادا کرے۔ تو یہ جمع کرنا اس میں داخل نہیں۔ حدیث شریف میں اس کی وضاحت موجود ہے نیز زکوٰۃ کا فرض ہونا اس بات پہ دلیل ہے کہ مال ہوگا تو زکوٰۃ ادا کریں گے۔ یہ لوٹ کھسوٹ سے جمع شدہ مال یا فتویٰ فروشی سے یا کسی بھی ناجائز ذریعہ سے لوگوں کے حقوق مار کر محض سرمایہ جمع کرنے کے جنون میں مبتلا لوگوں سے بات ہو رہی ہے۔

تصرّف بیجا

کفار کی رُسوماتِ بد اور احکام الٰہی میں اپنی پسند سے تبدیلی کرنے کی ایک واضح مثال اُن کا سال کے مہینوں میں تصرف ہے کہ مہینوں کی تعداد عند اللہ بارہ ۱۲ ہے اور جب سے جہان پیدا ہُوا تب سے اللہ کریم نے یہ اسی طرح معین فرمادی۔ لوحِ محفوظ میں یہی درج ہے لہٰذا تمام ادیانِ سابقہ میں بھی یہی تعداد بیان ہوئی اور اس میں چار مہینے محترم ہیں کہ ان میں ممکن حد تک مصروفیات کم کرکے زیادہ عبادات کی جائیں۔ نیز ان میں عبادات کا ثواب بھی زیادہ ہے یعنی جس طرح رات دن کا ایک حصہ عبادات کے لیے مخصوص ہے اور پانچ نمازیں فرض ہیں تاکہ یہ حاضری باقی وقت کو اللہ کی اطاعت میں خرچ کرنے کی توفیق کا سبب بنے۔ اسی طرح سال بھر کا تیسرا حصّہ یعنی چار مہینے حرمت والے ہیں ان میں جنگ نہ کی جائے اور عبادت کثرت سے کی جائے۔ کہ باقی دو تہائی سال بھی اطاعت کی توفیق نصیب ہو۔ یہی صاف اور سیدھا دین ہے اور یہ حکم تمام شریعتوں میں ایسے ہی رہا۔ حُرمت والے تین مہینے شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ اکٹھے ہیں اور ایک ماہ رجب الگ ہے۔ پہلی تمام اُمتوں میں ان مہینوں میں جنگ منع تھی مگر اِسلام میں دفاع کے لیے لڑنے کی اجازت دے دی گئی۔ فرمایا کہ نافرمانی ویسے بھی بڑی ہے مگر اِن مہینوں میں بطورِ خاص نافرمانی سے بچنے کی کوشش کرنا چاہیئے اور گناہ کے قریب بھی نہ

پھٹکے مگر ہاں ! مشرکین سے جم کر لڑو جیسے وہ تم سے لڑنے کے درپے ہوں مگر زیادتی جنگ میں بھی نہ ہونے پائے کہ خوب جان لو، اللہ نیکی کرنے والوں اور حقوق کی نگہداشت کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

مگر ان مشرکین اور ان کے مذہبی پیشواؤں کی زیادتی دیکھو کہ یہ مہینوں کے نام بدل دیتے ہیں۔ یہ رواج تھا کہ اگر لڑتے لڑتے حرمت کا مہینہ آگیا تو کہہ دیتے کہ یہ وہ مہینہ نہیں ہے بعد والا ہے یا یہ سال دس مہینوں کا ہے۔ جس مہینے کو چاہتے رمضان یا شوال قرار دیتے اور جس کو چاہتے رجب کہہ دیتے۔ غرض یہ تھی کہ اپنی اغراض بھی پُوری ہوں اور سال کے چار مہینوں کی حرمت بھی رہے۔

تو فرمایا اُن کا یہ حیلہ ان کے کفر میں مزید زیادتی کا باعث ہے یا یہ حیلہ کفر کی بڑھائی ہوئی بات ہے کہ محض گنتی کرنا ہی ضروری نہیں بلکہ اوقات کا لحاظ عبادات میں ضروری ہے۔

عبادات میں اوقاتِ مقررہ کی اہمیت

اور جو حکم اللہ کی طرف سے جس مہینہ کے ساتھ مختص ہے اس پر عمل انہی اوقات میں ثواب اور اطاعت کہلائے گا۔ اسی طرح حج رمضان اور دوسری سب عبادات مہینوں کا نام آگے پیچھے کرنے سے آگے پیچھے نہ ہوں گی، ورنہ احکامِ الٰہی میں خلل واقع ہوگا اور حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر لینے کا جُرم سرزد ہوگا جو بجائے خود کفر ہے یہ تو ایک سال ایک مہینہ کو حرمت والا قرار دے لیتے ہیں اور دوسرے سال اسے حلال سمجھ لیتے ہیں یعنی محض نام بدل کر جیسے سود کو نفع کہہ کر کھا لینے سے حلال نہ ہوگا اور محض گنتی پوری رکھنا کوئی مقصد نہ ہوا۔ یہ اُلٹی تدبیر جو نہایت بے وقوفی کی بات ہے اسے یہ اپنی عقلمندی سمجھے ہوئے ہیں اس لئے کہ گناہ سے احساسات تبدیل ہو جاتے ہیں اور بھلے کو بُرا اور بُرے کو بھلا سمجھ لیا جاتا ہے۔ یہ دُنیا میں گناہ کی بہت بڑی سزا ہے اور ایسے گمراہوں کو اللہ ہدایت عطا نہیں کرتے۔

عبادات میں قمری مہینے شمار ہوتے ہیں

یہاں یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اگرچہ چاند اور سُورج دونوں ہی ماہ و سال کے شمار کا ذریعہ بھی ہیں، اور شمسی تاریخوں کا شمار بھی جائز ہے مگر عبادات میں صرف قمری مہینوں کا شمار کام دے گا۔ اللہ کریم نے عبادات کے لئے قمری مہینوں کو مقرر فرمایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ
لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ
اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾
اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ
وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ
شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾
اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا
فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ
اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ
عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ
كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَ
كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ
حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾
اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ
وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾
لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا
لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ
الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا
لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ ع ۱۲

مومنو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ خدا کی راہ میں
(جہاد کیلئے) نکلو تو تم (کاہلی کے سبب) زمین پر گرے جاتے ہو (یعنی
گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے) کیا تم آخرت (کی نعمتوں) کو چھوڑ کر دنیا کی
زندگی پر خوش ہو بیٹھے ہو۔ دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت
کے مقابل بہت ہی کم ہیں ﴿۳۸﴾
اگر تم نہ نکلو گے تو خدا تم کو بڑی تکلیف کا عذاب دے گا۔ اور
تمہاری جگہ اور لوگ پیدا کر دیگا (جو خدا کے پورے فرمانبردار ہونگے)
اور تم اس کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکو گے اور خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ﴿۳۹﴾
اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو خدا ان کا مددگار ہے۔ (وہ وقت تم
کو یاد ہوگا) جب ان کو کافروں نے گھر سے نکال دیا (اس
وقت) دو (ہی شخص تھے جن) میں (ایک ابوبکر تھے) دوسرے
(خود رسول اللہ) جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت
پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔
تو خدا نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے
مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا
اور بات تو خدا ہی کی بلند ہے۔ اور خدا زبردست (اور) حکمت والا ہے ﴿۴۰﴾
تم سبکبار ہو یا گراں بار (یعنی مال و اسباب تھوڑا رکھتے ہو یا
بہت۔ گھروں سے) نکل آؤ اور خدا کے رستے میں مال اور جان سے
لڑو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بشرطیکہ سمجھو ﴿۴۱﴾
اگر مال غنیمت سہل الحصول اور سفر بھی ہلکا ہوتا تو تمہارے
ساتھ (شوق سے) چل دیتے لیکن مسافت ان کو دور (دراز)
نظر آئی (تو عذر کرینگے) اور خدا کی قسمیں کھائینگے کہ اگر ہم طاقت
رکھتے تو آپ کے ساتھ ضرور نکل پڑتے یہ (ایسے عذروں سے) اپنے تئیں
ہلاک کر رہے ہیں اور خدا جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں ﴿۴۲﴾

38. O ye who believe! What aileth you that when it is said unto you: Go forth in the way of Allah, ye are bowed down to the ground with heaviness? Take ye pleasure in the life of the world rather than in the Hereafter? The comfort of the life of the world is but little than in the Hereafter.

39. If ye go not forth He will afflict you with a painful doom, and will choose instead of you a folk other than you. Ye cannot harm Him at all. Allah is Able to do all things.

40. If ye help him not, still Allah helped him when those who disbelieve drove him forth, the second of two; when they two[4] were in the cave, when he said unto his comrade: Grieve not. Lo! Allah is with us. Then Allah caused His peace of reassurance to descend upon him and supported him with hosts ye could not see, and made the word of those who disbelieved the nethermost, while Allah's word it was that became the uppermost. Allah is Mighty, Wise.

41. Go forth, light-armed and heavy-armed, and strive with your wealth and your lives in the way of Allah! That is best for you if ye but knew.

42. Had it been a near adventure and an easy journey they had followed thee, but the distance seemed too far for them.[5] Yet will they swear by Allah (saying): If we had been able we would surely have set out with you. They destroy their souls, and Allah knoweth that they verily are liars.

اسرار و معارف

بات پھر جہاد کی طرف پلٹی کہ بقائے دین کے لئے جہاد سب سے افضل و اعلیٰ کام ہے اور ذاتی عبادات کا

تحفّظ بھی جہاد کا پھل ہے۔ ورنہ تو کوئی گھر میں بھی سکون سے سجدہ نہ کر سکے۔

مفسّرین کے مطابق اِن آیاتِ مبارکہ میں غزوۂ تبوک کا تذکرہ ہے۔ فتح مکہ کے بعد جب آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو ہرقل رُوم کی فوجوں کے اجتماع کی خبر ملی جو اِسلامی ریاست کی سرحد پر جمع ہو رہی تھیں جسے عرب کے عیسائی قبائل نے دعوت دی اور یہودیوں نے ابھارا کہ اسلامی ریاست کی اگر خبر نہ لی گئی تو یہ تمہارا گریبان بھی پکڑے گی چنانچہ اس نے سال بھر کی پیشگی تنخواہ وغیرہ دے کر ایک لشکرِ جرّار تیار کیا جس کی خبر اُن تاجروں نے مدینہ منوّرہ پہنچائی جو تیل کی تجارت کے سلسلے میں آتے جاتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ تیاری کی جائے اور بجائے اس کے کہ وہ مدینہ منوّرہ پر حملہ آور ہوں مقابلہ سرحد پر کیا جائے گا۔

یہ موسم گرمی کا تھا، قحط سالی بھی تھی اور اگلی فصل پک کر تیار ہو رہی تھی، گذشتہ آٹھ برس بھی مسلسل حالتِ جنگ میں گزرے تھے مگر جاں نثاروں نے بلا تاخیر تیاری شروع کر دی۔ اِسی غزوہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا مال دیا تھا۔ جب آپ ﷺ نے پوچھا، گھر میں کیا چھوڑا ہے؟ تو عرض کیا، اللہ اور اس کے رسُول ﷺ کی محبّت۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آدھا مال اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا خواتین نے زیور تک جمع کرا دیئے۔ ساتھ ہی یہ منافقین کے لیے ایک سخت آزمائش ثابت ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے بھی سخت پراپیگنڈہ شروع کر دیا۔ مسلمانوں پر تو اس کا کوئی قابلِ ذکر اثر نہ ہو سکا، بلکہ پورے جوش و خروش سے تیاری کی گئی حتیٰ کہ تیس ہزار کا لشکر تیار ہو گیا جو اب تک کی اسلامی تاریخ میں سب سے زیادہ تعداد تھی اس کے باوجود کچھ لوگ تو عذر کی بنا پر شریک نہ ہو سکے چند اعرابی ایمان کی کمزوری کے باعث رہ گئے جن کی تعداد بیاسی (82) کے قریب تھی اور جنہوں نے اجازت چاہی مگر آپ ﷺ نے نہ پیچھے رہنے کی اجازت دی نہ ساتھ چلنے پہ اصرار فرمایا۔ مخلصین میں سے کل پانچ حضرات شرکت سے رہ گئے، حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہ، حضرت مرارہ ابن الربیع، حضرت ابوخیثمہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم۔ آخرالذکر دونوں حضرات تو بعد میں جا کر شامل ہو گئے مگر تین حضرات شامل نہ ہو سکے جن کی توبہ کا تذکرہ کتاب اللہ میں موجود ہے۔

منافقین کی باتوں سے اگر کچھ افراد میں تھوڑا سا تردّد بھی ہوا تو محبّتِ رسالت کے طفیل اللہ کریم نے انھیں استقامت بخشی اگرچہ یہ بہت تنگی کا وقت تھا جسے اللہ ج نے خود ساعۃ العسرۃ فرمایا اور اُن کا تذکرہ فرمایا کہ مِنۢ بعدِ ما

کادیزیغ قلوب فریق منھم کہ اگرچہ چند افراد کے دلوں میں لغزش کا خیال آیا تھا مگر عملاً سب ایک ساتھ ہو گئے اور انھوں نے اس خیال کو اہمیت نہ دی۔

دنیاوی فائدے سے آخرت کا فائدہ زیادہ اہم ہے

تو ارشاد ہوتا ہے کہ جب جہاد کے لئے حکم دیا جائے تو باوجود ساری مشکلات کے پیچھے ہٹنے کا کبھی نہ سوچا کرو کہ جس قدر موانعات سامنے ہیں وہ سب دُنیا کے نفع و نقصان کے اعتبار سے ہیں، جیسے اِس جہاد میں کہ مقابلہ پر ایک تربیّت یافتہ شاہی لشکر ہے۔ پہلی جنگوں میں تو اپنے جیسے لوگ تھے۔ دُوسرے قحط سالی ہے تیسرے سخت گرمی اور سفر بہت لمبا ہے، چوتھے فصلیں تیاّر ہیں۔ لیکن اگر جہاد سے گریز کیا جائے تو سوائے دُنیا کے اور کیا بچے گا؟ اور دُنیا تو خود فانی ہے اگر بچا بھی لے تو چندے بعد ہاتھ سے چلی جائے گی۔ اور جہاد کرنے سے آخرت کی دولت ہاتھ آئے گی جو دائمی ہے کبھی ضائع نہ ہو گی۔

ترکِ جہاد کا عذاب

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اگر جہاد ترک کرو گے تو اس کی پاداش میں بہت دردناک عذاب دیا جائے گا جس کی صُورت دُنیا میں یہ ہو گی کہ اقتدار تمھارے ہاتھ سے نکل کر اغیار کے ہاتھ میں چلا جائے گا اور تم اُن کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے۔

یہ واضح اور صاف بات اگر آج کا عابد و زاہد سمجھ لے تو اُمتِ مسلمہ آج بھی اغیار کے تسلّط سے آزاد ہو سکتی ہے۔

جو لوگ جہاد پر نہ جا سکے اُنھوں نے عبادات میں تو کمی نہ آنے دی تھی مگر محض نوافل اور عبادات جہاد کا بدل نہیں بن سکتے کہ یہاں قانون ارشاد فرما دیا گیا ہے کہ ایسے لوگ خواہ وہ کتنے نیک ذاکر و شاغل، عابد و زاہد بھی ہوں اگر میدانِ عمل میں جہاد نہیں کریں گے تو اُن پر اغیار مسلّط کر دیئے جائیں گے۔ یہ اِرشاد اُن عبادت گزاروں کے لِئے ایک تازیانہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مجاہدین کی کامیابی کے لِئے دُعا بھی نہ کرو کہ یہ سیاسی معاملہ ہے یا حکومت کی تبدیلی میں حصّہ نہ لو، خواہ کوئی مسلّط ہو جائے۔ ان کی ذاتی عبادات مسلمان اُمت کے سر پر سائبان نہیں بنا سکتیں لہٰذا عبادات و اذکار کی لذّت بھی تلوار کے سائے میں ہے بشرطیکہ تلوار حق کی حفاظت اور باطل کے مقابلہ کے لِئے اٹھائی جائے۔ یہ قانون نافذ کر دیا گیا ہے کہ اللہ ہر چیز پہ قادر ہے اُس نے جہاد سے جی چُرانے والوں کی قسمت میں غلامی لکھ دی ہے اب اختیار مسلمان کے پاس ہے کہ وہ اپنے لِئے کیا پسند کرتا ہے۔

اگر یہ نکتہ ملکِ عزیز کے دیندار طبقہ کو سمجھایا جاسکے تو پاکستان میں ہمیشہ سے نیک لوگوں کی اکثریت رہی ہے لہٰذا اقتدارِ اعلیٰ بھی انہی کے قبضہ میں ہو۔ مگر یہاں لوگ نوافل، اذکار اور تبلیغی دوروں سے آگے کچھ سوچنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے حالانکہ نیک قیادت کے لئے عملاً کوشش کرنا بہت بڑا جہاد ہے اور یہ عمل میدانِ جنگ میں تلوار چلانے سے زیادہ مشکل ہے۔

پھر فرمایا، اگر تم رسُول اللہ ﷺ کی مدد نہ بھی کرو تو اُن کی مدد کو اللہ کافی ہے۔ لہٰذا دینِ اسلام تو ہمیشہ رہے گا اگر تم اس کے غلبہ اور بقا کی کوشش میں شرکت کرو گے تو خود اپنے لئے سعادت حاصل کرنے کی کوشش کرو گے۔

ثانی اثنین

ورنہ تو وہ گھڑی بھی تھی کہ کفار نے انہیں شہر سے نکلنے پہ مجبور کر دیا تھا، اللہ کی مدد اُس وقت بھی اُن کے ساتھ تھی جب دو میں کا دُوسرا ان کے ہمرکاب تھا کہ غارِ ثور میں پہنچے تھے اور جب آپ ﷺ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ میری فکر نہ کریں کہ اللہ ج ہم دونوں کے ساتھ ہے۔

یاد رہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کچھ انفرادی فضائل ایسے ہیں جن میں کوئی اُن کا شریک نہیں مثلاً آپ رض کی چار پشت میں صحابیت ہے۔ باپ صحابی، خود، بیٹے اور بیٹیاں اور ان کی اولاد شرفِ صحابیت سے مشرف ہے اور مسلسل چار پشت صحابیت نصیب ہونا یہ صرف آپ رضی اللہ عنہ کا نصیب ہے۔ اسی طرح ثانی اثنین یعنی دو میں سے ثانی۔ ظاہر ہے اوّل تو رسُول اللہ ﷺ ہیں اور آپ ﷺ کی فضیلت تمام مخلوق پر مسلّم ہے مگر دُوسرے یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں کیا بات ہے کہ وہ ساری کائنات میں ثانی یعنی دوسرے ٹھہرے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

آں اُمن النّاس بر مولائے ما	آں کلیمِ وادیٔ سینائے ما
دولتِ اُو کشتِ ملّت را چوں ابر	ثانیٔ اثنین و غار و بدر و قبر (اقبالؒ)

ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ اور معیتِ باری جلّ جلالہٗ

تو یہ فضیلت معیتِ باری ہے جو اسی آیہ کریمہ میں مذکور ہے کہ تمام جہانوں کو اللہ کی رُبُوبیت سے وجود نصیب ہوا اور رُبُوبیت ایک شعبہ ہے اور ایک قسم ہے معیت کی۔ جس طرح خود معیتِ رحمتِ باری

کا شعبہ ہے ۔ معیت کی بہت سی اقسام ہیں ، جیسے تخلیق اور پھر وجود کی بقا ۔ مگر یہ سب سے عام درجہ ہے اور ساری مخلوق کو نصیب ہے اِس سے اعلیٰ درجہ انسان کو نصیب ہے کہ اِسے معرفتِ ذات نصیب ہوتی ہے مگر یہاں فیصلہ اور انتخاب انسان کا ہے اگر وہ خلوص سے یہ فیصلہ کرے تو معیتِ باری اس کا ہاتھ تھام لیتی ہے ۔ اس سے بلند درجہ نیک لوگوں کا ہے اور اولیاء اللہ کا مقام ہے ولی کو معیت ذاتی نصیب ہوتی ہے مگر اس کا مدار انسانی صفات پر ہے جیسے ان اللہ مع الصابرین ۔ یعنی وصف صبر معیتِ ذاتی کے حصول کا سبب بن گیا ۔ اب اگر صبر نفی ہو جائے تو معیت بھی نصیب نہ ہو گی ۔

اس سے بلند تر معیت انبیاء علیہم السلام کو نصیب ہوتی ہے کہ نبوّت اُن کا ذاتی وصف بن جاتی ہے لہٰذا اوصافِ حسنہ کے نفی ہونے کا کوئی امکان نہیں ہوتا مگر وہاں معیت بدل جاتی ہے اور معیت صفاتی ہوتی ہے ، جیسے موسیٰ و ہارون علیہم السّلام سے فرمایا انی معکما اسمع واریٰ ۔ میں تمھارے ساتھ ہوں ، دیکھ اور سُن رہا ہوں یہاں اوصافِ نبوّت دائمی ہیں تو معیت بھی ابدی ہے مگر معیت صفاتی ہے مگر ثور میں جھانکو تو یہاں معیتِ ذاتی کی تجلّیات ہیں جن کا تعلق ذاتِ رسول اللہ ﷺ سے اور ذاتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا ، ان اللہ معنا اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے ۔ نہ ذاتِ باری کی طرف کوئی صفاتی نام ہے بلکہ اسمِ ذات ہے اور نہ ایں جانب کوئی صفت بیان ہوئی بلکہ ارشاد ہے معنا ہم دونوں کے ساتھ ہے ۔ گویا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں یہ شان صرف نبی کریم ﷺ کو نصیب ہے اور غیر انبیاء میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حصّہ ہے ۔ لہٰذا پوری کائنات میں صرف دو مقدس وجود ایسے ہیں جن کی ذاتوں کو اللہ کی ذاتی معیت نصیب ہے ۔

لا تحزن

لہٰذا فرمایا ، میرا فکر نہ کریں ، حزن وہ ڈر جو دوسرے کے متعلق ہے جیسے یعقوب علیہ السلام کو غم یوسف علیہ السلام نے نڈھال کر دیا تو فرمایا وابیضّت عیناہُ من الحزن ۔ کہ دُکھ سے اُن کی آنکھیں سفید ہو گئیں ۔ ایسے ہی یہاں ارشاد ہے میری فکر نہ کرو کہ غار میں بیٹھے ہوئے مشرکین مکہ کے گھٹنوں سے نیچے جسم نظر آ رہے تھے اگر وہ جھک کر جھانکتے ، تو دیکھ لیتے اور پھر کیا ہوتا ، اِس کا اندازہ وہ کر سکتا ہے جس کی محبت صدیق آسا ہو ، محبوب محمد رسُول اللہ ﷺ جیسا اور دشمن ابوجہل سا ہو جنگل کی تنہائی اور غار کی تنگی میں محبوب دامن میں ہو اور دشمن دروازے پر ۔

تو اللہ نے اپنے حبیب ﷺ پر سکینہ نازل فرمائی ۔ ایسی کیفیت نازل فرما دی کہ ذاتِ باری میں اُس کے قرب اور مشاہدہ میں دل کو تسکین ملی اور دُنیا و مافیہا کا غم قریب نہ رہا ۔ یہی نزولِ لذات صدیقؓ کی گود میں تھا اور مدد کو ایسی فوجیں نازل فرمائیں جو انسانی آنکھ کی عام نگاہوں کی گرفت میں نہیں آتیں ۔ صحرا کے یہ دو مسافر ایک بدوی کی راستے کی نشاندھی میں چلتے ہوئے نظر آتے تھے ۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اُن کے ہمرکاب فرشتوں کے لشکر تھے ۔ جنود جمع کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی متعدد لشکر ۔ اور یوں کافروں کی ساری منصوبہ بندیاں غارت ہوئیں اور اُن کے بلند و بانگ دعوے ذلیل و رُسوا ہوئے ۔ یاد رکھو ! ہمیشہ سرفرازی اور سربلندی اللہ ہی کی بات کو ہے اور اللہ بہت زبردست ہے اور یہ اس کی حکمت ہے کہ انسان کو موقع بخشتا ہے ۔

لہٰذا جہاد کے لیئے نکلو کہ اللہ کی بات تو غالب ہو کر رہے گی ۔ اگر نہ نکلو گے تو تم محروم رہ جاؤ گے اور جو اسباب مہیّا ہیں انہی کو لے کر چل دو ۔ تھوڑا اسلحہ یا کم راشن ہے یا سواری نہیں ہے نہ سہی ، جو ہے وہ لے کر چل دو اور جن کو اللہ ج نے زیادہ دیا ہے وہ زیادہ راشن ، اسلحہ یا سواری لے کر نکلو اور اللہ کی راہ میں جانیں نچھاور کر دو مال بھی لگا دو کہ تمھارے لیئے یہی بہتر ہے اگر تم بات کو پا سکو تو ۔ تقاضائے ایمان تو قربانی کرنا ہے ، وقت ، مال جان ، آرام ہر شے کی قربانی اپنا ایک مقام رکھتی ہے اگر غنیمت ملنے کا امکان زیادہ ہوتا اور سفر کم ہوتا تو منافق بھی پیچھے نہ رہتے کہ کم تکلیف اٹھا کر زیادہ دُنیا کا مال حاصل کرنے میں تو وہ بھی آگے بڑھتے لیکن انھیں تو پلے سے کچھ دینے میں موت نظر آتی ہے اور اس لمبی مسافت اور مقابلے میں طاقتور فوج کے خطرے نے اُن کے حوصلے پست کر دیئے ۔ اب وہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہو سکتا یا ہمارے بس میں ہوتا تو یقیناً ہمرکاب ہوتے اور ساتھ رہتے مگر یہ بات ہمارے بس میں نہیں ۔ فرمایا ، یہ اپنے لیئے مزید تباہی کا سامان کر رہے ہیں کہ جہاد میں شریک نہ ہو کر جرم کیا ، اب قسمیں کھا کر بہانے کرتے ہیں حالانکہ اللہ ج خوب جانتا ہے کہ یہ سراسر جھوٹے ہیں ۔

رکوع نمبر ۷ — آیات ۴۳ تا ۵۹ — واعلموا ۱۰ / ۱۳

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾

خدا تمہیں معاف کرے تم نے پیشتر اس کے کہ تم پر وہ لوگ بھی ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی تمہیں معلوم ہو جاتے جو جھوٹے ہیں اُن کو اجازت کیوں دی ؟ ﴿۴۳﴾

43. Allah forgive thee (O Muhammad)! Wherefor didst thou grant them leave ere those who told the truth were manifest to thee and thou didst know the liars?

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ

جو لوگ خدا پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو تم سے

44. Those who believe in Allah and the Last Day ask no leave of thee lest they

should strive with their wealth and their lives. Allah is Aware of those who keep their duty (unto Him).

45. They alone ask leave of thee who believe not in Allah and the Last Day, and whose hearts feel doubt, so in their doubt they waver.

46. And if they had wished to go forth they would assuredly have made ready some equipment, but Allah was averse to their being sent forth and held them back and (it was said unto them): Sit ye with the sedentary!

47. Had they gone forth among you they had added to you naught save trouble and had hurried to and fro among you, seeking to cause sedition among you; and among you there are some who would have listened to them. Allah is Aware of evil-doers.

48. Aforetime they sought to cause sedition and raised difficulties for thee till the Truth came and the decree of Allah was made manifest, though they were loth.

49. Of them is he who saith: Grant me leave (to stay at home) and tempt me not.[6] Surely it is into temptation that they (thus) have fallen. Lo! hell is all around the disbelievers.

50. If good befalleth thee (O Muhammad) it afflicteth them, and if calamity befalleth thee, they say: We took precaution, and they turn away well pleased.

51. Say: Naught befalleth us save that which Allah hath decreed for us. He is our Protecting Friend. In Allah let believers put their trust!

52. Say: Can ye await for us aught save one of two good things (death or victory in Allah's way)? While we await for you that Allah will afflict you with a doom from Him or at our hands. Await then! Lo! we are awaiting with you.

53. Say: Pay (your contribution), willingly or unwillingly, it will not be accepted from you. Lo! ye were ever froward folk.

اجازت نہیں مانگتے کہ (پیچھے رہ جائیں بلکہ چاہتے ہیں کہ) اپنے مال اور جان سے جہاد کریں اور خدا پرہیزگاروں سے واقف ہے ﴿٤٤﴾

اجازت وہی لوگ مانگتے ہیں جو خدا پر اور پچھلے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور اُن کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ سو وہ اپنے شک میں ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں ﴿٤٥﴾

اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کیلئے سامان تیار کرتے لیکن خدا نے اُن کا اٹھنا (اور نکلنا) پسند ہی نہ کیا تو اُن کو ہلنے جلنے ہی نہ دیا اور (اُن سے) کہہ دیا گیا کہ جہاں (معذور) بیٹھے ہیں تم بھی اُن کے ساتھ بیٹھے رہو ﴿٤٦﴾

اگر وہ تم میں (شامل ہو کر) نکل بھی کھڑے ہوتے تو تمہارے حق میں شرارت کرتے اور تم میں فساد ڈلوانے کی غرض سے دوڑے دوڑے پھرتے اور تم میں اُنکے جاسوس بھی ہیں اور خدا ظالموں کو خوب جانتا ہے ﴿٤٧﴾

یہ پہلے بھی طالب فساد رہے ہیں اور بہت سی باتوں میں تمہارے لئے الٹ پھیر کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ حق آپہنچا اور خدا کا حکم غالب ہوا اور وہ بُرا مانتے ہی رہ گئے ﴿٤٨﴾

اور ان میں کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے تو اجازت ہی دیجئے۔ اور آفت میں نہ ڈالئے۔ دیکھو یہ آفت میں پڑ گئے ہیں اور دوزخ سب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ﴿٤٩﴾

(اے پیغمبر) اگر تم کو آسائش حاصل ہوتی ہے تو ان کو بُری لگتی ہے۔ اور اگر کوئی مشکل پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا کام پہلے ہی (درست) کر لیا تھا اور خوشیاں مناتے لوٹ جاتے ہیں ﴿٥٠﴾

کہہ دو کہ ہم کو کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی بجز اسکے جو خدا نے ہمارے لئے لکھ دی ہو۔ وہی ہمارا کارساز ہے اور مومنوں کو خدا ہی کا بھروسہ رکھنا چاہیے ﴿٥١﴾

کہہ دو کہ تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے ایک کے منتظر ہو اور ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ خدا (یا تو) اپنے پاس سے تم پر کوئی عذاب نازل کرے یا ہمارے ہاتھوں سے (عذاب دلوائے) تو تم بھی انتظار کرو۔ ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں ﴿٥٢﴾

کہہ دو کہ تم (مال) خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ تم نافرمان لوگ ہو ﴿٥٣﴾

الْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿٤٤﴾

إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴿٤٥﴾

وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَٰكِنْ كَرِهَ اللَّهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ﴿٤٦﴾

لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَارِهُونَ ﴿٤٨﴾

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِي وَلَا تَفْتِنِّي ۚ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا ۗ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿٤٩﴾

إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۖ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ ﴿٥٠﴾

قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ ﴿٥٢﴾

قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۖ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٥٣﴾

54. And naught preventeth that their contributions should be accepted from them save that they have disbelieved in Allah and in His messenger, and they come not to worship save as idlers, and pay not (their contribution) save reluctantly.

55. So let not their riches nor their children astonish thee (O Muhammad). Allah thereby intendeth but to punish them in the life of the world and that their souls shall pass away while they are disbelievers.

56. And they swear by Allah that they are in truth of you, when they are not of you, but they are folk who are afraid.

57. Had they but found a refuge, or caverns, or a place to enter, they surely had resorted thither swift as runaways.

58. And of them is he who defameth thee in the matter of the alms. If they are given thereof they are content, and if they are not given thereof, behold! they are enraged.

59. (How much more seemly) had they been content with that which Allah and His messenger had given them and had said: Allah sufficeth us. Allah will give us of His bounty, and (also His messenger. Unto Allah we are suppliants.

وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ إِلَّآ
أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَبِرَسُولِهٖ وَلَا يَأْتُونَ
الصَّلٰوةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُونَ
إِلَّا وَهُمْ كٰرِهُونَ ﴿۵۴﴾
فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَآ أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا
يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُونَ ﴿۵۵﴾
وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ
مِنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ﴿۵۶﴾
لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغٰرٰتٍ أَوْ مُدَّخَلًا
لَوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ﴿۵۷﴾
وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ فَإِنْ
أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ
إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿۵۸﴾
وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ
وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ
فَضْلِهٖ وَرَسُولُهٗٓ إِنَّآ إِلَى اللّٰهِ رٰغِبُونَ ﴿۵۹﴾ ع ۱۳

اور ان کے خرچ (اموال) کے قبول ہونے سے کوئی چیز مانع
نہیں ہوئی سوا اسکے کہ انہوں نے خدا سے اور اسکے رسول سے
کفر کیا اور نماز کو آتے ہیں تو سست و کاہل ہو کر اور خرچ
کرتے ہیں تو ناخوشی سے ﴿۵۴﴾
تم ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کرنا۔ خدا چاہتا ہے کہ ان
چیزوں سے دنیا کی زندگی میں انکو عذاب دے اور (جب) ان
کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) وہ کافر ہی ہوں ﴿۵۵﴾
اور خدا کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم ہی میں سے ہیں حالانکہ وہ
تم میں سے نہیں ہیں۔ اصل یہ ہے کہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں ﴿۵۶﴾
اگر انکو کوئی بچاؤ کی جگہ (جیسے قلعہ) یا غار و مغاک یا زمین (کے) اندر
گھسنے کی جگہ مل جائے تو اسی طرف رسیاں تڑاتے ہوئے بھاگ جائیں ﴿۵۷﴾
اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ (تقسیم) صدقات میں تم پر طعنہ زنی
کرتے ہیں۔ اگر ان کو اس میں سے (خاطر خواہ) مل جائے تو خوش
رہیں اور اگر (اس قدر) نہ ملے تو جھٹ خفا ہو جائیں ﴿۵۸﴾
اور اگر وہ اس پر خوش رہتے جو خدا اور اسکے رسول نے انکو دیا تھا اور کہتے
کہ ہمیں خدا کافی ہے اور خدا اپنے فضل سے اور اسکے پیغمبر (اپنی مہربانی سے) ہمیں
(پھر) دیں گے اور ہمیں تو خدا ہی کی خواہش ہے (تو انکے حق میں بہتر ہوتا) ﴿۵۹﴾

اللہ نے آپؐ کو معاف تو کر دیا مگر آپؐ نے انھیں جہاد سے رہ جانے کی اجازت ہی کیوں دی؟ اگر آپؐ ایسا نہ کرتے تو بھی یہ جہاد میں شامل ہونے سے تو رہے۔ ہاں! سب لوگوں پہ ان کی اصلیت کھُل جاتی اور نفاق واضح ہو جاتا۔

رشتۂ قلبی کے انداز

یہاں اگرچہ بات ایک مشورے کے انداز میں ارشاد ہے کہ اگر آپؐ اجازت نہ دیتے تو اُن کے پاس بہانہ نہ ہوتا مگر نبی اکرم ﷺ کے قلبِ اطہر کو جو تعلق ذاتِ باری سے تھا وہ اس قدر بات بھی برداشت نہ کر پاتا۔ لہٰذا سوالیہ انداز میں بات ارشاد فرمانے سے پہلے فرمایا، عفا اللہ عنك اللہ نے آپ کو معاف فرما دیا کوئی ناراضگی یا خفگی کی بات نہیں مگر آپؐ نے ایسا کیوں

کیا ۔ یہ معافی گناہ کی نہیں کہ عصمتِ نبوّت کے خلاف ہو بلکہ نیکی کے اُس معیار کی ہے جو آپ ﷺ کی شان کے مطابق تھا۔ ہُوا پھر بھی درست مگر معیار وہ نہ رہا اور یہی کمال ہوتا ہے ذکرِ الٰہی اور صحبتِ شیخ کا کہ قلب کو ذاتِ باری سے ایسا تعلق نصیب ہو جائے کہ اس کی نافرمانی برداشت نہ کر سکے۔ لہٰذا آپؐ اجازت نہ دیتے تو یہ بہانہ نہ بنا سکتے اور اُن کا جھوٹ کھل جاتا۔

مومن و منافق کے اوصاف میں فرق

کہ مومن تو کبھی جہاد سے جی نہیں چراتا اور جان مال کو اللہ کی راہ میں لگانے کے لِئے ہمہ وقت نہ صرف تیار، بلکہ موقع کی تلاش میں رہتا ہے یہ بات خاص طور پر قابلِ توجہ ہے کہ یہاں جس جہاد کا ذکر ہے یہ میدانِ جنگ میں عملاً کفر اور ظلم کے خلاف لڑنے کا نام ہے اور جو لوگ اس سے جی چُراتے ہیں اور بہانے کرتے ہیں درحقیقت انھیں نہ اللہ پر ایمان نصیب ہے نہ ہی آخرت پہ یقین حاصل ہے۔ ان دلوں کو وہ رشتۂ اُلفت تو کیا نصیب ہوتا وہ تو ابھی ذاتِ باری میں ہی شک میں مبتلا ہیں اور اسی گڑھے میں عمرِ عزیز کو برباد کر رہے ہیں جبکہ محبت کرنے کے لِئے نہ صرف یقین بلکہ ایک خاص نسبت اور تعلّق بھی چاہیئے جس سے یہ لوگ یکسر محروم ہیں اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ اگر یہ جانا بھی چاہتے یا جہاد میں شریک ہونے کے متمنّی ہوتے تو تیّاری تو کرتے۔

اپنے اسباب کو بروئے کار لا کر کام نہ کر سکنا عذر ہے نہ یہ کہ کچھ کیا ہی نہ جائے

پھر کوئی عذر پیش آجاتا تو حاضرِ خدمت ہو کر اجازت چاہتے اُنھوں نے سرے سے کوئی تیاری ہی نہیں کی جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا شامل ہونے کا کوئی ارادہ ہی نہ تھا۔ یہی حال تمام اُمور میں ہے کہ انسان اپنے اسباب کو بروئے کار لائے پھر کوئی عُذر مانع ہو تو وہ ثواب پائے گا اور جو سرے سے کچھ کرنا ہی نہ چاہے پھر خواہ عذرِ شرعی بھی درمیان آجائے اسے کوئی اجر نہ ملے گا۔

اطاعتِ رسول ﷺ کی توفیق بھی اللہ کی پسند سے ملتی ہے

فرمایا، جب انھوں نے آپؐ سے محبت نہیں کی تو ہم نے بھی ان کا آپؐ کے ساتھ جہاد پہ نکلنا پسند نہیں کیا کہ اطاعتِ رسالت کی توفیق تو اللہ کی پسند پر ہے اور یہی اللہ جل

کی رضامندی کی سند ہے جن دلوں میں آپ ﷺ کی عظمت ہی نہیں، بھلا اللہ انھیں آپؐ کی رفاقت کے لئے پسند فرمائے گا؟ کبھی نہیں! لہٰذا اللہ نے اُن کا نکلنا ہی پسند نہیں فرمایا اور ان کے دل میں بات ڈال دی کہ جمے رہو اور پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ رہ جاؤ۔

شیخین کی عظمت

روضۂ اطہر میں دفن ہو کر ظاہراً بھی ہمیشہ ہمیشہ کی رفاقت سے مشرف ہونا شیخین کے اس قلبی تعلق کی دلیل ہے جو ساری کائنات میں انھیں رسُول اللہ ﷺ سے نصیب تھا یعنی عشقِ رسُول ﷺ کا وہ درجہ کسی تیسری ہستی کو نہیں ملا۔

اگر یہ لوگ نکلتے بھی تو مسلمان سپاہ میں بددلی پھیلانے کی کوشش ہی کرتے اور افواہیں ہی پھیلاتے، بلکہ ان میں بعض تو دشمن کے باقاعدہ جاسوس ہیں اور وہ مسلمانوں کی مدد کرنے کی بجائے ان کے حالات اور ارادوں سے دشمن کو باخبر کرنے کی کوشش کرتے، یا پھر بعض سادہ لوح مسلمان ان کی بات سُن کر پریشان ہو جاتے اور ان کی افواہوں پہ کسی حد تک کان دھرنا شروع کر دیتے۔ تو اللہ نے مخلص اور سادہ مسلمانوں کو بھی خصوصاً، اور لشکرِ اسلام کو عموماً اُن کے شر سے محفوظ رکھا۔ اس لئے کہ وہ غلط کار لوگوں کے حال سے خوب واقف ہے۔

نیکی کو پانے کی شرط

یہاں یہ بات واضح ہو گئی کہ نیکی کو پانے کی بنیادی شرط قلبی تعلق ہے ورنہ بظاہر نیکی کو نکلنے والا انسان بھی دُنیا کی محبّت یا عہدے کی طلب کا اسیر ہو کر برائی میں مبتلا ہو جاتا ہے خواہ بظاہر نیک دکھائی دیتا رہے جیسا کہ یہ لوگ بظاہر تو مجاہد نظر آتے مگر کام مسلمانوں کے خلاف کرتے۔ اور یہ پہلے بھی ایسا کر چکے ہیں، جیسے غزوۂ اُحد میں الگ ہو گئے یا خندق میں مشرکین سے ساز باز کی اور یہود کو اُن کا ساتھ دینے پہ آمادہ کیا بلکہ انھوں نے تو آپ ﷺ کو زبردست نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور وہ یہ کہ انھوں نے تو آپ ﷺ کا کام ہی اُلٹ دینا چاہا، یعنی آپؐ غلبۂ اسلام کے لئے جان لڑا رہے تھے اور یہ اسلام کی شکست کے درپے تھے۔ گویا غلبۂ اسلام کے لئے جہادِ رسُول اللہ ﷺ کا ہاتھ بٹانا ہے اس کے خلاف کرنا آپ ﷺ کی مخالفت کرنے کے برابر ہے لیکن اللہ کا حُکم نافذ ہوا اور حق غالب ہُوا۔ اگرچہ یہ اس بات پہ بہت ناخوش ہُوئے۔

احد کی فتح

یہ آیہ کریمہ اِس بات پہ دلالت کرتی ہے کہ اُحد میں بھی فتح مسلمانوں ہی کو ہوئی اگرچہ مسلمان شہید ہوئے، آپ ﷺ کا رُخ انور زخمی ہُوا مگر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا اہلِ مکہ بھاگ گے اور اِسلامی لشکر نے تعاقب بھی کیا۔ پھر وہیں فروکش رہ کر آپ ﷺ نے شہداء کی تدفین فرمائی۔ پتہ نہیں یہ بڑ کس نے ہانکی کہ مسلمانوں کو اُحد میں شکست ہوئی۔ یقیناً یہ پراپیگنڈہ بھی منافقین ہی کا ہے جس سے بعض سادہ لوح مسلمان بھی متاثر ہوئے۔

اِن میں سے بعض کہتے ہیں کہ میرا وہاں جانا میرے لئے سخت آزمائش کا سبب بن جائے گا، جیسے ایک خاص منافق جد بن قیس نے عرض کیا کہ رُومیوں کی عورتیں بڑی خوبصورت ہوتی ہیں اور مجھ میں کمزوری ہے کہ عورتوں کے حُسن میں مبتلا ہو جاتا ہوں لہٰذا مجھے رخصت دی جائے کہ وہاں جا کر گناہ نہ کر بیٹھوں تو ارشاد ہُوا کہ گناہ تو تم کر ہی بیٹھے ہو کہ رسُول اللہ ﷺ کے سامنے بہانے گھڑنا اور آپؐ کی رفاقت سے گریز، اِس سے بڑا گناہ کونسا ہو گا؟

جہنّم کا محیط ہونا

لہٰذا تم گناہ میں مبتلا تو ہو گئے مگر یہ یاد رکھو، تم پیچھے رہ کر بھی آرام سے نہ رہ سکو گے کہ جہنّم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ آخرت میں تو جہنّم ہی میں رہیں گے لیکن کُفر کی وجہ سے جہنم سے ایسا رشتہ قائم ہو جاتا ہے کہ اس کا اثر دنیا کی زندگی میں بھی باطنی بیقراری اور دلی پریشانی کی صُورت میں سامنے رہتا ہے اور دُنیا کی لذّتیں بھی بے مزہ لگنے لگتی ہیں۔ اس کا مشاہدہ اللہ سے بیزار مغربی معاشرے میں کُھلی آنکھوں کیا جا سکتا ہے کہ مادی آسائشوں کے ڈھیر لگے ہیں مگر سب ہی لوگ ذہنی دباؤ اور قلبی اور اندرُونی خلفشار کے مریض ہیں، انھیں کسی کل چین نصیب نہیں، ازدواجی زندگی بدترین صُورت سے دوچار ہے، اخلاقیات نام کی کوئی شے نہیں۔ پورا معاشرہ بالکل برہنہ ہو چکا ہے حلال و حرام کی تمیز نصیب نہیں اور اس سب کے ساتھ آج کے مغرب کا سب سے بڑا مرض "انجانا خوف" (THE FEAR OF UNKNOWN) ہے ہر آدمی ڈرتا ہے کس سے؟ یہ اسے معلوم نہیں اور اس سے گلو خلاصی کے لئے سب سے زیادہ خرچ کرتے ہیں مگر یہ ڈاکٹروں کے بس کی بات نہیں کہ وہ خود اس مرض کے اسیر ہیں۔ دراصل یہی جہنّم کے محیط ہونے کا اثر ہے جو حیاتِ دُنیا میں بھی ظاہر ہے۔

اُن کا حال یہ ہے کہ آپؐ کو فتح نصیب ہو تو انھیں دُکھ ہوتا ہے اور اگر مسلمانوں کو شدّت پیش آئے اور مقابلے میں تکلیف پہنچے تو یہ اپنی دانائی کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ہمیں خبر تھی ایسا ہی ہوگا تب ہی تو ہم پہلے سے الگ ہو گئے تھے اور محتاط رہنے کو ترجیح دی۔

تقدیر اور تدبیر

آپؐ فرما دیجئے کہ اس میں تمھاری ہوشیاری کی کوئی بات نہیں بلکہ جو بات وقوع پذیر ہوتی ہے، وہ اس قادرِ مطلق کی طرف سے ہوتی ہے جس کی اطاعت میں ہم کمر بستہ ہیں ہمارا کام اُس کے فیصلوں سے مشروط نہیں کہ اگر فیصلہ ہماری پسند کا ہو تو کام کریں گے بلکہ ہمارا کام اس کے حکم کی تعمیل ہے اور نتائج پیدا کرنا یہ اس کا کام اس کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں جو اپنا فیصلہ نافذ کر سکے لہٰذا بظاہر تکلیف دہ بات بھی ہمیں محبوب ہے کہ محبوب کی طرف سے ہے جیسے قتل ہونا کوئی بھی پسند نہیں کرتا مگر میدانِ جہاد میں مؤمن اسی کی آرزو کرتا ہے۔ اور یہی مسئلہ تقدیر کی صورتِ حال ہے جو آپ ﷺ نے واضح فرما دی کہ بندہ کے ذمہ پورے خلوص کے ساتھ اطاعت کرنا ہے اور پوری محنت سے اپنے وسائل حق کے غلبہ کے لیے استعمال کرنا ہے، اب نتیجہ کیا ہوگا یہ اللہ کریم کا کام ہے جو بھی ہوگا وہی منظور ہے۔ کام نہ کر کے کہنا کہ توکّل کر رہے ہیں محض کم ہمّتی کا بہانہ ہے چونکہ وہی ذات ہماری کارساز اور مالک ہے لہٰذا ہمیں اُسی پہ پُورا بھروسہ ہے اور یہی مؤمن کو زیب بھی دیتا ہے یعنی جس کام کے کرنے کا حکم ہے اس کے لئے بھرپور کوشش کرنا اپنے اختیاری وسائل پوری طرح آزمانا، یہ ہماری ذمہ داری ہے نتیجہ اس کے دستِ قدرت میں ہے نیز مؤمن کی ہر طرح جیت ہے کہ فتح یا شہادت دو میں سے ایک مراد یقیناً پالے گا اور شہادت مؤمن کو فتح سے کم عزیز نہیں۔ لہٰذا ہم تو کسی طرح نقصان میں نہ رہے مگر جہاد سے مُنہ موڑنے والو! تمھارے لئے تو اللہ کا عذاب ہی ہے اور اسی کی اُمید کی جا سکتی ہے خواہ وہ تمھیں مسلمانوں کے ہاتھوں ذلیل کرے یا اپنے پاس سے کوئی اور عذاب نازل کر دے بہرحال دونوں صورتیں تمھارے لئے پریشان کن ہیں۔ لہٰذا تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی تمھارے انجام کے لئے منتظر ہیں۔

نفاق کفر کی بدترین قسم ہے اور اس کے اثرات

وہی ہیں اگرچہ منافق بظاہر عبادت بھی کرتا ہے

جو لوگ منافقت کے اسیر ہیں اور جہاد سے جی چراتے ہیں اگر اپنی برائے نام مسلمانی کا بھرم رکھنے کو اللہ کی راہ میں خرچ بھی کریں خواہ بے دلی سے کریں یا خواہش و پسند سے کریں۔ اللہ کریم اُن کی اس کاوش کو قبول نہیں فرمائیں گے کہ اپنی اصل میں تو یہ نافرمان ہیں۔ چند عبادات اگر دِکھاوے کے لئے کریں بھی تو کیا حاصل۔ اُن کے صدقات یا مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی قبولیت میں رکاوٹ اُن کا دلی کھوٹ ہے جب دِل ہی مطمئن نہیں تو ظاہر عبادات صرف دُنیا کے سامنے ان کو مسلمان ظاہر کرتی ہیں اللہ تو جانتے ہیں کہ یہ کافر ہیں۔ نہ ہی اللہ کی عظمت کو مانتے ہیں اور نہ ہی انھیں نبوّت و رسالت پہ اعتماد ہے۔ ذرا اُن کی نمازیں ہی دیکھ لیں یہ کس قدر سُستی اور بے دلی سے ادا کرتے ہیں۔ ایسے ہی مال بھی خرچ کریں تو بمجبوری کرتے ہیں ورنہ خرچ کرنے کو اُن کا دل نہیں چاہتا۔ بات تو منافقین کی ہو رہی ہے مگر مسلمان بھی اپنی عبادات اور صدقات کی کیفیت سے اندازہ کر سکتا ہے کہ کہیں تھوڑی ہی سہی مگر نفاق کی پرچھائیں تو نہیں پڑ رہی اور یہ فکر اُن لوگوں کو کرنا ہے جو نمازیں ادا کرتے ہیں۔ اب جن لوگوں نے سِرے سے پڑھنا ہی چھوڑ دی ہیں ان کا اسلام کیسا ہے یہ انھیں ضرور سوچنا چاہیئے۔

بغیر ایمان اور نیکی کے مال اور اولاد

بھی عذابِ الٰہی کی ایک قسم ہے

رہی یہ بات کہ ایسے لوگوں کے پاس دولتِ دُنیا بھی بہت ہے اور اولاد بھی ہے بظاہر تو دنیا میں یہی دو نعمتیں ہیں اور جس کسی کو حاصل ہوں وہ اپنے کو بڑا خوش نصیب شمار کرتا ہے تو اے مخاطب! اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں اس لئے کہ ہر شے اپنے نتیجے کے اعتبار سے نعمت یا عذاب ثابت ہوتی ہے۔ بظاہر تو یہ دونوں نعمتیں ہیں مگر اپنے نتیجے کے اعتبار سے کفار و منافقین کے لئے عذاب کی شدید ترین صورت کہ اللہ انھیں ان چیزوں سے ہی عذاب دینا چاہتا ہے کہ حیاتِ دُنیا میں یہ عذاب بہت دُکھ دینے والا ہے۔ اولاد ہو اور نافرمان ہو۔ مغرب میں دیکھیں، جب جوان بچیاں اپنے دوست لڑکوں کو ساتھ گھر لاتی ہیں یا کئی کئی دن لڑکوں کے ساتھ غائب رہتی ہیں تو والدین پہ کیا

گزرتی ہے یہی حال ان کے لڑکوں کا ہے کہ والدین کی عزّت و ناموس کی دھجیاں ان کی نظروں کے سامنے بکھرتی ہیں۔ رہا مال ! تو جب تک قلبی اطمینان نصیب نہ ہو، مال بھی کھانے کو آتا ہے اس کی صرف ایک مثال کافی ہے کہ مغرب میں لوگوں نے مال اور مادی آسائشوں سے تھک کر جنگلوں میں رہنا شروع کیا ہے لباس، مکان، آرام دہ بستر اور جدید آسائشی سامان چھوڑ کر ویرانوں میں پناہ لے رہے ہیں کہ شاید کچھ سکون ملے مگر ناممکن، ہر صورت ہی عذاب کی ایک صورت بن رہی ہے۔ یہی حال اندرونِ ملک بھی بیشتر بڑے گھروں کا ہے صرف باہر کا پردہ ہے، ورنہ جہاں بھی دین نہیں وہاں مال اور اولاد کا عذاب پوری شدّت سے مسلّط ہے۔

پھر اس کے بکھیڑے انھیں فرصت ہی نہیں دیتے تاآنکہ موت آجاتی ہے اور یونہی نفاق کا داغ ماتھے پہ لئے دُنیا چھوڑ جاتے ہیں اور یہ بہت بڑا عذاب ہے کہ خاتمہ بھی صحیح نصیب نہ ہو۔ ان لوگوں کو مال و اولاد کے دوسرے عذابوں کے ساتھ یہ کتنا حسرتناک منظر ہے کہ آخرت کے بارے سوچنے اور توبہ کرنے یا اپنی اصلاح کرنے کی فرصت بھی نہیں ملتی اور ان کے بکھیڑوں میں اُلجھے اُلجھے موت آجاتی ہے۔

عملی جہاد سے جی چرانے والے کیسے لوگ ہیں؟

اگرچہ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم تم ہی میں سے ہیں مگر حق یہ ہے کہ یہ تم میں سے یعنی مسلمانوں میں سے نہیں ہیں۔ یاد رہے بات جہاد میں شامل نہ ہونے سے چلی اور اب تک وہی موضوع جا رہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ میدانِ عمل میں جہاد سے گھبراتے ہیں۔ دراصل اُن کا ایمان ہی مضبوط نہیں اور گھر بیٹھ کر وہ عبادت بھی کرتے رہیں تو منظور نہ ہو گی۔

یہاں یہ حدیثِ پاک پیش کرنا کہ میدانِ جنگ میں جہاد، جہادِ اصغر ہے اور نماز، روزہ، ذکر، اذکار جہادِ اکبر ہے، درُست نہیں اِس لِئے کہ نماز، روزہ تب جہادِ اکبر کا درجہ پاتا ہے جب میدانِ جنگ میں جہاد کی ضرورت نہ رہے۔ اگر کُفر ملک پر مسلّط ہو رہا ہو اور مسلمان اس کا دفاع نہ کریں، صرف نماز، روزہ پہ خوش رہیں تو یہ جائز نہیں بلکہ غزوہ خندق میں نبی رحمت ﷺ کی چار نمازیں فوت ہُوئی تھیں مگر آپ ﷺ نے میدانِ جنگ کو نہیں چھوڑا تھا یعنی ذاتی عبادات یا اذکار فوت بھی ہو جائیں تو بھی غلبہ اسلام کی کوشش میں سُستی دِکھانے کا کوئی جواز نہیں۔ اور ایسا کرنے والے قسمیں بھی کھائیں کہ ہم مسلمان ہیں تو وہ مسلمان نہیں صرف ڈرپوک لوگ ہیں جو دُنیا کا

فائدہ کمانے کے لئے اسلام سے چمٹے ہوئے ہیں یا اعلانیہ کافر ہونے کی جرأت بھی نہیں رکھتے۔

اگر انھیں کفر کے دامن میں ہی سہی کوئی جائے پناہ مل جائے تو یہ رسّے تڑا کر بھاگ جائیں جیسے آج کا مسلمان، اگر اسے کافر معاشرہ بھی پناہ دے اور چند سکّے مل سکیں تو ذرا دیر نہیں کرتا خواہ سارا دین ہی چھوڑنا پڑے بلکہ اکثر نے تو پہلے ہی چھوڑ رکھا ہوتا ہے اور منافقت کی نشانیوں میں یہ بھی بہت بڑی نشانی ہے کہ دُنیا کا مال ملتا نظر آئے تو دین کو چھوڑ کر بھی لپک پڑے۔

صدقہ اور منافق

پھر ان کا حال یہ ہے کہ جو صدقات آپ ﷺ انھیں عطا فرماتے ہیں اس پہ مطمئن نہیں ہوتے بلکہ ناروا تنقید کرتے ہیں۔ صدقہ نافلہ اگر کافر کو بھی دیا جائے تو جائز ہے لیکن غنیمت یا زکوٰۃ وغیرہ صرف مومن کو دی جا سکتی ہے منافق بھی بظاہر تو ایمان ہی کا دعوٰے رکھتے تھے لہٰذا اس میں سے جو ملتا اُس پر بھی خوش نہ ہوتے اکثر اظہارِ ناراضگی ہی کرتے اور جس کو زیادہ مل جاتا وہ خوشی کرتا دوسروں کو بھی دکھاتا پھرتا۔ یہ حرکت ان لوگوں میں غصہ بھڑکاتی جنہیں نہیں مل سکا ہوتا تھا۔ لیکن رسُول اللہ ﷺ کی تقسیم تو اللہ کے حکم سے تھی۔ حق یہ تھا کہ جو ملتا اس پر ہی خوش ہوتے کہ مَآ اٰتٰـھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فرما کر بتایا گیا کہ آپ ﷺ کی عطا دراصل اللہ کی عطا ہے اور آپ ﷺ اللہ کے حکم کے مطابق تقسیم فرماتے ہیں۔ سو انھیں کہنا یہ چاہیئے تھا کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور اللہ ہی اپنے کرم سے عطا فرمائے گا اور اللہ کا رسُول ﷺ اللہ کی عطا کو ہم تک پہنچانے والا ہے یعنی یہ ہی بہت بڑی نعمت اور عظیم دولت ہے کہ اُس کا رسُول ﷺ ہمارے ساتھ ہے لہٰذا اُسی کی خوشی ہمارا مقصود ہے۔

رکوع نمبر ۸ — آیات ۶۰ تا ۶۶ — واعلموا ۱۰ / ۱۴

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَ
الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي
الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ
السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾
وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ
هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنان صدقات کا حق ہے
اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور
قرضداروں (کے قرض ادا کرنے میں) اور خدا کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال)
خرچ کرنا چاہیئے (یہ حقوق) خدا کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں اور خدا جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (۶۰)
اور ان میں بعض ایسے ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص
نرا کان ہے (ان سے) کہہ دو کہ (وہ) کان (ہے تو) تمہاری بھلائی کیلئے

60. The alms are only for the poor and the needy, and those who collect them, and those whose hearts are to be reconciled,[7] and to free the captives and the debtors, and for the cause of Allah, and (for) the wayfarers: a duty imposed by Allah. Allah is Knower, Wise.

61. And of them are those who vex the Prophet and say:

وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ
آمَنُوا مِنكُمْ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ
اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾
يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ
وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَن يُرْضُوهُ إِن كَانُوا
النصف مُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾
أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَ
رَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ۚ
ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ﴿٦٣﴾
يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَن تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ
سُورَةٌ تُنَبِّئُهُم بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلِ
اسْتَهْزِئُوا إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ ﴿٦٤﴾
وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ
وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ
كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾
لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ
إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ
ع ۱۴ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾

وہ خدا کا اور مومنوں (کی بات) کا یقین رکھتا ہے۔ اور جو لوگ تم میں
ایمان لائے ہیں ان کیلئے رحمت ہے[۱۳۰] اور جو لوگ رسولِ خدا کو رنج
پہنچاتے ہیں ان کے لئے عذاب الیم (تیار) ہے ﴿٦١﴾
مومنو! یہ لوگ تمہارے سامنے خدا کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو خوش
کر دیں۔ حالانکہ اگر یہ (دل سے) مومن ہوتے تو خدا اور اُسکے پیغمبر
خوش کرنے کے زیادہ مستحق ہیں ﴿٦٢﴾
کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ جو شخص خدا اور اسکے رسول
سے مقابلہ کرتا ہے تو اسکے لئے جہنم کی آگ (تیار) ہے جسمیں وہ ہمیشہ
(جلتا) رہے گا۔ یہ بڑی رسوائی ہے ﴿٦٣﴾
منافق ڈرتے رہتے ہیں کہ ان (کے پیغمبر) پر کہیں کوئی ایسی سورت (نہ)
اُتر آئے کہ اُنکے دل کی باتوں کو ان (مسلمانوں) پر ظاہر کر دے۔ کہہ دو کہ
ہنسی کئے جاؤ۔ جس بات سے تم ڈرتے ہو خدا اسکو ضرور ظاہر کر دیگا ﴿٦٤﴾
اور اگر تم ان سے (اس بارے میں) دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم تو یوں
ہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ کہو کیا تم خدا اور اُسکی آیتوں
اور اُس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے؟ ﴿٦٥﴾
بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔
اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں تو دوسری
جماعت کو سزا بھی دینگے کیونکہ وہ گناہ کرتے رہے ہیں ﴿٦٦﴾

He is only a hearer. Say: A hearer of good for you, who believeth in Allah and is true to the believers, and a mercy for such of you as believe. Those who vex the messenger of Allah, for them there is a painful doom.

62. They swear by Allah to you (Muslims) to please you, but Allah, with His messenger, hath more right that they should please Him if they are believers.

63. Know they not that whoso opposeth Allah and His messenger, his portion verily is hell, to abide therein? That is the extreme abasement.

64. The hypocrites fear lest a sûrah should be revealed concerning them, proclaiming what is in their hearts. Say: Scoff (your fill)! Lo! Allah is disclosing what ye fear.

65. And if thou ask them (O Muhammad) they will say: We did but talk and jest. Say: Was it at Allah and His revelations and His messenger that ye did scoff?

66. Make no excuse. Ye have disbelieved after your (confession of) belief. If We forgive a party of you, a party of you We shall punish because they have been guilty.

اسرار و معارف

رب جلیل نے صدقاتِ واجبہ کی تقسیم فرما کر واضح فرما دیا کہ یہ محض اندازہ سے تقسیم نہیں ہوتے بلکہ اللہ کریم نے کچھ خاص درجہ کے مسلمانوں کا حق مقرر فرما دیا ہے، ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ زکوٰۃ کی تقسیم رب جلیل نے کسی نبی کے اختیار میں بھی نہیں دی بلکہ خود فرمائی ہے علاوہ ازیں صدقہ نافلہ مومن و کافر پہ عام ہے اور اس کی تقسیم پہ کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا بلکہ دینے والے کی صوابدید پر ہے حتیٰ کہ صدقہ فطر تک کافر کو بھی دیا جا سکتا ہے کہ اسلام انسانیت کی بہتری کا علمبردار ہے اور عالمِ اسباب میں مال کی تقسیم ہی انسانیت کی آزمائش کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ کچھ لوگوں کو مال زیادہ عطا فرما دیا بعض کو کم دیا اور دونوں کا امتحان یہ ہے کہ اپنے اپنے مال میں کس

طرح حق اطاعت ادا کرتے ہیں نیز ایک معاشرتی مصیبت کہ امیر مسلسل امیر تر ہوتا چلا جائے اور غریب مسلسل غریب تر، جو دُنیا کے ہر معاشرہ میں پائی جاتی ہے وہ شہنشاہیت ہو یا آمریت، کمیونزم ہو یا جمہوریت ہر جگہ یہی حال ہے۔ بادشاہت خاندانوں میں موروثی طور پر عہدے بانٹتی ہے تو آمریت میں بھی کم و بیش یہی کچھ ہوتا ہے۔ کمیونزم نے پورے پورے ملکوں کو غلام بنا کر چند سربراہوں کو وہ عیش کرائے جن کے بارے بادشاہوں نے بھی خواب تک نہ دیکھے تھے۔ رہی جمہوریت، تو اس کا سب سے بڑا مدعی تو امریکہ ہے جہاں ایک بار جو شخص سینٹ کا ممبر بن جائے وہ نسلوں تک رہتا ہے کہ ہر کام اُسی کی وساطت سے ہوتا ہے لہٰذا وہ انسانوں کی گردنوں پہ مسلسل سوار رہتا ہے مگر اسلام نے معاشی نظام میں بچت کا چالیسواں حصہ غرباء میں تقسیم کرنا فرض قرار دے دیا پھر صدقہ نافلہ کی ترغیب بہت زیادہ دی۔ گناہوں کے کفارہ کے طور پر غرباء میں رقم بانٹنے کی ترغیب دی اور ہر طرح سے یہ کوشش کی کہ دولت چند ہاتھوں ہی میں نہ جمع ہو جائے اس میں صدقہ واجبہ یعنی زکوٰۃ پر ایک پابندی تو یہ عائد کی گئی کہ وہ صرف مسلمانوں سے وصول کی جائے اور مسلمانوں ہی کو دی جائے پھر ہر مسلمان بھی نہیں لے سکتا۔ مستحقین کی فہرست جاری فرما دی اور صدقہ نافلہ کو انسانیت پر عام کر دیا۔

مصارفِ زکوٰۃ

زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ارشاد فرمائے اوّل فقیر، یعنی ایسا انسان جو بالکل تہی دست ہو۔ نہ گھر ہو نہ املاک۔ دوم مسکین، ایسا مسلمان جس کا گھر ہو مال ہو مگر ضروریاتِ خانہ کو کافی نہ ہو اور تنگدستی ہو۔ اور تیسرے عاملین، ایسے لوگ جنہیں زکوٰۃ جمع کرنے پر متعین کیا گیا ہو اُن کی تنخواہ مالِ زکوٰۃ سے دی جا سکتی ہے اِس میں مفسرین کرام نے بہت لمبی بحث فرمائی ہے۔ دراصل مسئلہ یہ ہے کہ عبادت پر اُجرت حرام ہے تو پھر اُن کو اس میں سے اُجرت کیوں دی گئی؟ اس کا سادہ سا جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ چونکہ ان کا سارا وقت اس کے جمع کرنے میں لگ جاتا ہے۔ اِس لئے اُجرت کام کی نہیں، وقت خرچ کرنے کی ہے اور اسی پر قیاس کر کے امام مسجد یا دین پڑھانے والے مدرس کی تنخواہ کا جواز مانا گیا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ذمہ داری مسلمان امیر کی ہے کہ زکوٰۃ جمع کرے۔ یہ رواج کہ ہر آدمی خود سے اپنی زکوٰۃ دے، اسلامی ریاست نہ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ امیر پہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ زکوٰۃ جمع کرے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً۔ سے یہی مراد ہے تو امیر جن لوگوں کو اس کام پہ لگائے گا وہ خود چونکہ ہر غریب و بیکس کا وکیل ہوتا ہے لہٰذا اس کے مقرر کردہ اشخاص

غرباء کے وکیل کی حیثیت سے وصول کرتے ہیں۔ لہٰذا غرباء کی طرف سے امیر کی معرفت تنخواہ دیئے جاتے ہیں۔ صاحبِ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے مدارس کے سفیروں کو اس میں سے اُجرت لینے کی اجازت نہیں دی کہ یہ کسی امیر کے مقرر کردہ نہیں ہوتے لہٰذا انھیں دوسری مدات سے اُجرت دی جائے۔ تیسرے مؤلفۃ قلوبُ ایسے لوگ جو قبولِ اسلام کی وجہ سے مصائب کا شکار ہو رہے ہوں، اُن کی حوصلہ افزائی ایک دینی فریضے کے طور پر مقرر کی گئی اور انھیں تالیفِ قلب کے لِئے مالِ زکوٰۃ سے دینا درُست قرار دیا گیا یا غلاموں کو آزاد کرانے میں کہ غلامی بھی ایک بہت بڑی مصیبت ہے اور اگر مال دیکر کسی انسان کو اس سے چھٹکارا مل سکتا ہو تو ضرور دلایا جائے یا ایسے مقروض جو ادائے قرض کی طاقت نہ رکھتے ہوں ان کی مدد کی جائے یا پھر فی سبیل اللہ۔ یہ لفظ اپنے ظاہری معنوں کے اعتبار سے بہت عام ہے اور بہت بڑی غلط فہمی یہ ہوتی ہے کہ ہر نیک کام پر خرچ فی سبیل اللہ ہے لیکن اگر ایسا ہوتا تو مصارف مقرر نہ ہوتے صرف یہی دو الفاظ کافی تھے۔ فی سبیل اللہ کی حدود بھی سُنّت اور سلف کے عمل سے معین ہیں۔ سنت میں حاجیوں پر خرچ کرنا خصوصاً ایسے لوگ جن پر حج فرض ہو چکا ہو اور پھر مال کی کمی بیشی آجائے یا جو اثنائے سفر میں ہوں یا پھر جہاد کے مقاصد پہ خرچ کی جاتے۔ رفاعی ادارے خیراتی ہسپتال یا مدارس اگرچہ نیک کام ہیں مگر اس مد میں داخل نہیں ہیں اور یا مسافر کو دی جائے گھر میں خواہ غنی ہو دورانِ سفر مستحق ہے۔ اور یہ اللہ کریم کی طرف سے فرض ہے۔ نیز اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا ترہے۔

"تفصیل دیکھنا چاہیں تو معارف القرآن میں یکجا کر دی گئی ہے"۔ یہاں تفصیل کا موقع نہ تھا۔ چونکہ اس کے مصارف ہی معین ہیں لہٰذا اعتراض فضول ہے۔ ہاں! یہ منافقت کا پھل ہے کہ اللہ کے رسُول ﷺ پہ بھی اعتراض اور نکتہ چینی کرتے ہیں۔

ایذائے رسُول ﷺ

فرمایا، منافقین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو نبی کریم ﷺ کو ایذا دیتے ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ اُن کا خیال ہے نبی ﷺ تو بس سُنی سنائی پر یقین کر لیتے ہیں لہٰذا باتیں تو اپنی مرضی کی کرو اور ان کے نام اور احکام کی توہین کرتے رہو۔ اگر شکایت ہو گئی تو کہہ دیں گے ہم نے ایسا نہیں کہا اور آپ ﷺ تو ہر ایک کی بات مان لیتے ہیں آج بھی جو شخص عمداً اور ذاتی منافع کے لِئے دین کے حوالہ سے غلط بات کہتا ہے وہ ایذائے رسول ﷺ کا مرتکب ہوتا ہے تو فرمایا آپ ﷺ کا سُن لینا اور تمھارے

منہ پر تردید نہ کرنا، یہ آپ ﷺ کا حلم اور شانِ کریمی ہے ورنہ ایسی بات نہیں کہ آپ ﷺ کو خبر نہ ہو۔ آپ ﷺ اللہ کی بات پورے یقین سے سنتے ہیں اور جب آپ ﷺ کو وحی کی نعمت حاصل ہے تو دھوکہ دینا آسان نہیں، تمہارے جھوٹ کا پول تو وحی کھول دیتی ہے یا پھر آپ ﷺ مومنین مخلصین کی بات پوری توجہ سے سُنتے ہیں اور وہ بھی تمہاری حرکتوں سے آپ ﷺ کو باخبر رکھتے ہیں۔ ہاں یہ آپ ﷺ کی کریم النفسی ہے کہ محض تمھیں رُسوا کرنے کے لئے تمہاری تردید نہیں فرماتے اور خاموش رہتے ہیں۔

توجّہ ترقیِ درجات کا سبب ہے

اور آپ ﷺ کا متوجہ ہونا کوئی عام بات نہیں بلکہ یہ ایک خاص رحمت ہے اور یہ عام آدمی کو نصیب بھی نہیں ہوسکتی یہ مخلصین ہی کا حصّہ ہے کہ آپ ﷺ جب غور سے بات سنتے ہیں تو بات کرنے والے کی طرف متوجّہ ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کا متوجّہ ہونا رحمت ہے کہ اس سے ترقیِ درجات نصیب ہوتی ہے جو منافق کو نصیب نہیں۔ تو گویا آپؐ کی توجّہ بھی نصیب نہیں۔ یہی حال شیخ کی توجہ کا ہے کہ منازل میں بلندی کا سبب ہوتی ہے۔ بلکہ منافقین کو تو عذابِ الٰہی کا انتظار کرنا چاہیئے کہ جو شخص بھی ایذائے رسُول ﷺ کا مرتکب ہوتا ہے اس کے لئے بہت دردناک عذاب ہے۔

اور اے مسلمانو! یہ تمھیں بھی دھوکہ دینے کی سعی کرتے ہیں کہ تمھیں راضی رکھنے کو قسمیں کھاتے ہیں ہم نے یہ بات نہیں کی یا فلاں کام ایسی ایسی مجبوری کی وجہ سے نہیں کرسکے مگر حق یہ ہے کہ اللہ جل کو، جو عالم الغیب ہے راضی کرنے کی کوشش کی جائے اور اللہ کے رسُول ﷺ کو اطاعت سے راضی کرنا، اللہ کو راضی کرنا ہے کہ یہی شانِ ایمان ہے اور اس کے بغیر دعوٰئے ایمان کا ثابت ہونا مشکل۔

کیا ابھی انھیں یقین نہیں آیا کہ اللہ سے جنگ نہ صرف دُنیا میں بلکہ آخرت میں بھی رُسوا کردے گی۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ مقدر بن جائے گی اور اللہ سے جنگ، رسُول اللہ ﷺ سے جنگ کرنا اور مقابلہ کرنا ہی تو ہے۔ جن لوگوں نے ایسا کرنے کی کوشش کی کس طرح ذلیل ہو کر تباہ ہوئے کیا ان کے لئے یہ درسِ عبرت نہیں بن سکے۔ یہ صرف اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ وحی آکر ان کا پول نہ کھول دے اور جو ان کے دلوں میں ہے ظاہر نہ ہوجائے۔ جیسے آجکل لوگ فتوٰی خرید لیتے ہیں کبھی پیسہ دے کر اور کبھی بیان بدل کر،

حالانکہ خود بھی جانتے ہیں کہ غلط کہہ رہے ہیں صرف لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے۔ یہی منافقت ہے اور یہ اللہ کی عظمت سے مذاق ہے۔ فرما دیجئے! تم یہ حرکتیں کئے جاؤ، مگر یاد رکھو چھپ نہ سکیں گی، اللہ ظاہر کر دیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں تو ایک جہان تماشا کرے گا۔

احکامِ دین کا مذاق اڑانا کفر ہے

اگر آپ پوچھیں تو کہہ دیں گے ہم محض مذاق کرتے تھے۔ تو کیا اللہ سے، اس کے احکام سے اور اس کے رسول ﷺ سے تم مذاق کرتے ہو۔ یہ تو اتنا بڑا جرم ہے کہ صریح کفر ہے اور یہ بہانہ تو نہایت ہی بے وزن ہے کہ اگر تم مسلمان تھے بھی تو اس جرم سے کافر ہو گئے جو خود قبول کر رہے ہو کہ ہم مذاق کر رہے تھے۔ تو جس طرح ذاتِ باری کا مذاق اڑانا یا رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے مذاق کفر ہے اسی طرح دین کے احکام سے تمسخر کفر ہے اگرچہ بعض کو توبہ نصیب ہو جائے۔ یعنی ایسے لوگ جو اس فعل کے مرتکب نہیں ہوئے محض تمہارے گروہ میں ہیں مگر جو مذاق اڑاتے ہیں انھیں تو توبہ بھی نصیب نہ ہو گی اور یقیناً عذاب میں مبتلا ہوں گے کہ یہ جرم ہی ایسا ہے جو توبہ بھی سلب کرا دیتا ہے۔

رکوع نمبر ۹ — آیات ۶۷ تا ۷۲ — واعلموا ۱۰ / ۱۵

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ
يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ
وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ
اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾
وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ
نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِىَ حَسْبُهُمْ ۚ
وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾
كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ
قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا
بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ
كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس (یعنی ایک ہی طرح کے) ہیں کہ بُرے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے اور (خرچ کرنے سے) ہاتھ بند کئے رہتے ہیں انہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے اُن کو بھلا دیا بیشک منافق نافرمان ہیں ﴿۶۷﴾ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے آتش جہنم کا وعدہ کیا ہے جس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے وہی ان کے لائق ہے اور خدا نے ان پر لعنت کر دی ہے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب (تیار) ہے ﴿۶۸﴾ (تم منافق لوگ) ان لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں۔ وہ تم سے بہت طاقتور اور مال و اولاد میں کہیں زیادہ تھے تو وہ اپنے حصے سے بہرہ یاب ہو چکے سو جس طرح تم سے پہلے لوگ اپنے حصے سے فائدہ اٹھا چکے ہیں اسی طرح تم نے اپنے حصے کا فائدہ اٹھا لیا۔ اور جس طرح وہ باطل میں ڈوبے رہے اسی طرح تم باطل میں ڈوبے رہے

67. The hypocrites, both men and women proceed one from another. They enjoin the wrong and they forbid the right and they withhold their hands (from spending for the cause of Allah). They forget Allah, so He hath forgotten them. Lo! the hypocrites, they are the transgressors.

68. Allah promiseth the hypocrites, both men and women, and the disbelievers fire of hell for their abode. It will suffice them. Allah curseth them, and theirs is the lasting torment.

69. Even as those before you were mightier than you in strength, and more affluent than you in wealth and children. They enjoyed their lot awhile, so ye enjoy your lot awhile even as those before you did enjoy their lot awhile. And ye prate even as they prated. Such are they whose works have perished in

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٦٩﴾
أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ
نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ
وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ ۚ أَتَتْهُمْ
رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ
وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٧٠﴾
وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ
بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ
الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ
سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٧١﴾
وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَ
مَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ وَرِضْوَانٌ
مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٧٢﴾

یہ وہ لوگ ہیں جنکے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہوگئے اور یہی نقصان اٹھانے والے ہیں ﴿٦٩﴾
کیا ان کو ان لوگوں (کے حالات) کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے
پہلے تھے (یعنی) نوح اور عاد اور ثمود کی قوم اور ابراہیم کی
قوم اور مدین والے اور اُلٹی ہوئی بستیوں والے اُن کے
پاس پیغمبر نشانیاں لیکر آئے اور خدا تو ایسا نہ تھا کہ ان پر
ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے ﴿٧٠﴾
اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست
ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور بری باتوں سے منع
کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور خدا اور اُسکے
پیغمبر کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا
رحم کرے گا بیشک خدا غالب حکمت والا ہے ﴿٧١﴾
خدا نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے بہشتوں کا
وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں (وہ) ان میں
ہمیشہ رہیں گے اور بہشت ہائے جاودانی میں نفیس مکانات کا
(وعدہ کیا ہے) اور خدا کی رضامندی تو سب سے بڑھ کر نعمت ہے یہی بڑی کامیابی ہے ﴿٧٢﴾

the world and the Hereafter. Such are they who are the losers.

70. Hath not the fame of those before them reached them —the folk of Noah, A'ād, Thamûd, the folk of Abraham, the dwellers of Midian and the disaster (which befell them)? Their messengers (from Allah) came unto them with proofs (of Allah's sovereignty). So Allah surely wronged them not, but they did wrong themselves.

71. And the believers, men and women, are protecting friends one of another; they enjoin the right and forbid the wrong, and they establish worship and they pay the poor-due, and they obey Allah and His messenger. As for these Allah will have mercy on them. Lo! Allah is Mighty, Wise.

72. Allah promiseth to the believers, men and women, Gardens underneath which rivers flow, wherein they will abide—blessed dwellings in Gardens of Eden. And—greater (far)!—acceptance from Allah. That is the Supreme triumph.

اسرار و معارف

انسان مزاجاً مل جل کر رہنے والا ہے اور مدنی الطبع ہے مگر اس میل کا سب سے مضبوط سبب بھی سوچ اور مزاج کی یک رنگی ہے لہٰذا منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں، اس لئے کہ سب برائی پھیلاتے ہیں اور نیکی کے کاموں کو فضول شمار کر کے ان سے روکتے ہیں اور گویا جہاد اور بقائے دین یا غلبۂ اسلام کے لئے تو ان لوگوں نے اپنے ہاتھ کس کر باندھ لئے ہیں اور ان کے دل میں ذرہ برابر اللہ کی یاد نہیں۔ یہ لوگ اللہ جل جلالہ کو بھول ہی چکے ہیں جس کے نتیجے میں اللہ جل جلالہ کے ہاں بھی ان کا حال یہ ہے جیسے انھیں بالکل بھلا دیا گیا ہو۔ اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ یہ نافرمان ہیں اور بدکرداری کی ہی سزا پا رہے ہیں بلکہ منافق مرد و عورت اور کفار کے ساتھ تو اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ دوزخ کی آگ میں ڈالے جائیں گے اور وہاں ہمیشہ رہیں گے اور یہ ان سب کے لئے بہت کافی ہے اس لئے کہ یہ اللہ کے غضب کا مظہر ہے اور رحمتِ الٰہی سے قطعی محرومی کی دلیل

ہے اور پھر اُس کا عذاب کفار و منافقین کے لِئے دائمی اور ابدی ہے کبھی ختم نہ ہوگا۔

باہمی رشتوں کا اہم سبب

جیسے تمہارے زمانے سے پہلے لوگوں کا رویّہ تھا حالانکہ دنیادی شان و شوکت، طاقت اور مال کے اعتبار سے یا قوت بازو کے اعتبار سے اِس زمانہ کے لوگوں سے بہت بڑھ کر تھے پھر وہ ایسی ہی برائیوں میں مبتلا ہو گئے اور جو مہلت ملی تھی اُس میں اپنی پسند کے اعمال کرتے رہے مگر اُن کی بدکاری انہیں غضبِ الٰہی ہی تک پہنچا سکی اور طاقت و شوکت کسی کام نہ آئی ایسے ہی اب اے کفار و منافقین! تم بھی اُنہی حرکات میں مبتلا ہو رہے ہو اور یہی شیطان کا طریقہ ہے کہ اگر کسی کافر نے ایک بہت ہی ناپسندیدہ جملہ کہا یا بہت ہی بُرا کام کیا جس پر غضبِ الٰہی نے بھڑک کر اسے دُنیا و آخرت میں رُسوا کر دیا تو بعد والوں کے منہ سے وہی جملہ کہلواتا ہے یا ان لوگوں کو بھی ایسے ہی کرتوتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

آج کے دَور کے اعتراضات سُن کر اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہی باتیں دُہرائی جا رہی ہیں جو ابتدائے اسلام میں کفار و مشرکین نے کہی تھیں لہٰذا تم بھی چندے فائدہ اٹھا لو، وقت جو مہلت کا ملا ہے اس میں خوش ہو کر دیکھ لو پھر وہی نتیجہ بھی بھگتنا پڑے گا کہ ان کے اعمال دُنیا میں بھی کوئی فائدہ نہ دے سکے آخرت کا نقصان تو تھا ہی لہٰذا وہ بہت ہی زیادہ نقصان میں رہے کہ دو عالم کی بھلائی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اس میں تنبیہہ موجود ہے کہ جو بھی شخص کفار کی حرکات اپناتا ہے در اصل اس میں کسی حد تک نفاق کے جراثیم ہوتے ہیں لہٰذا ہر مسلمان کو اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے۔

اُن لوگوں نے بھی پہلی قوموں کے حالات یقیناً سُن رکھے ہوں گے جیسے نوح علیہ السلام کی قوم یا عاد اور ثمود کی مشہور قومیں یا ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور ایسے ہی مدین والوں کی معروف بستیاں جو اُلٹ کر زمین میں دھنسا دی گئی تھیں۔ اُن سب لوگوں نے یہی جُرم کیا تھا کہ جب اللہ کے رسُولؑ واضح دلائل لے کر اُن کے پاس آئے تو اتباع کرنے کی بجائے انکار بھی کیا اور ان کا راستہ روکنا چاہا ورنہ اللہ کریم تو بندوں پہ زیادتی نہیں کرتے یہ ان کی شان کو سزاوار ہی نہیں۔ ہاں لوگوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا اور ایسے اعمال اختیار کیے جن کا انجام تباہی و بربادی تھا۔

مومنین کی ذہنی ہم آہنگی

اسی طرح نورِ ایمان بھی رشتہ استوار کرنے کا بہت بڑا سبب ہے اور
مومن مرد اور خواتین ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں اس لئے کہ
اُن کی سوچ اور کردار مشترک ہے۔ سب ہی نیک بات کو پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اور سب ہی برائی کو مٹانے کے لئے یکساں فکرمند ہوتے ہیں سب کا کردار یہ ہے کہ نماز قائم کرتے ہیں یعنی عبادات میں پوری کوشش کرتے ہیں اور مالِ دنیا کی ہوس میں مبتلا نہیں ہوتے بلکہ اسے اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسُول ﷺ کی اطاعت میں پوری پوری محنت کرتے ہیں اور نہایت خلوص سے انجام دیتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ اللہ کی رحمت کو پائیں گے۔ یعنی اپنی طرف سے بہترین کوشش کرنے کے باوجود اگر کمی رہ گئی تو اللہ کی رحمت پوری کردے گی کہ اللہ ہر طرح سے قادر اور حکیم و دانا تر ہے۔ بلکہ مومن مرد و خواتین سے آخرت میں ایک بہت ہی خوبصورت حیات کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ نہایت ہی اعلیٰ باغوں میں جن میں ہر آن نہریں رواں ہوں گی۔ ہریالی و خوبصُورتی سدا بہار ہوگی اور یہ لوگ کبھی وہاں سے نکالے نہ جائیں گے۔ بہت ہی عالیشان گھر انھیں عطا ہوں گے جو نہایت اعلےٰ درجے کے باغوں میں ہوں گے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہر آن ربّ کریم کی رضامندی حاصل ہوگی، حقیقی دولت تو یہی ہے۔ جیسے اس کی ناراضگی تمام عذابوں سے بڑھ کر ہے کہ سب عذابوں کا اصلی سبب وہی ہے۔ ایسے ہی اُس کی رضامندی بجائے خود سب سے بڑی کامیابی ہے کہ تمام انعامات کا بنیادی سبب یہی ہے۔ گویا باہمی اُلفت ثمرہ ایمان ہے جو آج دعوائے اسلام کے باوجود عنقا ہے، یہ بات ہر مسلمان کے لئے لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

رکوع نمبر ۱۰ — آیات ۷۳ تا ۸۰ — واعلموا ۱۰/۱۶

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۷۳
یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا

اے پیغمبر کافروں اور منافقوں سے لڑو۔ اور اُن پر سختی کرو۔ اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور وہ بُری جگہ ہے ۝۷۳
یہ خدا کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے (تو کچھ) نہیں کہا حالانکہ اُنہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور یہ اسلام لانے کے بعد

73. O Prophet! Strive against the disbelievers and the hypocrites! Be harsh with them. Their ultimate abode is hell, a hapless journey's end.

74. They swear by Allah that they said nothing (wrong), yet they did say the word of disbelief, and did disbelieve after their Surrender (to Allah). And they purposed that which they could not attain, and

they sought revenge only that Allah by His messenger should enrich them of His bounty. If they repent, it will be better for them; and if they turn away, Allah will afflict them with a painful doom in the world and the Hereafter, and they have no protecting friend nor helper in the earth.

75. And of them is he who made a covenant with Allah (saying): If He give us of His bounty we will give alms and become of the righteous.

76. Yet when He gave them of His bounty, they hoarded it and turned away, averse;

77. So He hath made the consequence (to be) hypocrisy in their hearts until the Day when they shall meet Him, because they broke their word to Allah that they promised Him, and because they lied.

78. Know they not that Allah knoweth both their secret and the thought that they confide, and that Allah is the Knower of Things Hidden?

79. Those who point at such of the believers as give the alms willingly and such as can find naught to give but their endeavours, and deride them—Allah (Himself) derideth them. Theirs will be a painful doom.

80. Ask forgiveness for them (O Muhammad), or ask not forgiveness for them; though thou ask forgiveness for them seventy times, Allah will not forgive them. That is because they disbelieved in Allah and His messenger, and Allah guideth not wrongdoing folk.

بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ فَإِنْ يَتُوبُوا
يَكُ خَيْرًا لَهُمْ ۖ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ
اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا
لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٧٤﴾
وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ
لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٧٥﴾
فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا
وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٧٦﴾
فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ
يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا
كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿٧٧﴾
أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ
نَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿٧٨﴾
الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا
يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ ۙ
سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٩﴾
اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ
تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ
اللَّهُ لَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ
ع وَرَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٨٠﴾

کافر ہو گئے ہیں اور ایسی بات کا قصد کر چکے ہیں جس پر قدرت
نہیں پا سکے۔ اور انہوں نے (مسلمانوں میں) عیب ہی کونسا دیکھا ہے سوا
اس کے کہ خدا نے اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبر نے (اپنی مہربانی سے) ان کو دولت مند
کر دیا ہے۔ تو اگر یہ لوگ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا۔ اور اگر منہ پھیر لیں تو خدا ان کو دنیا
اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب دے گا۔ اور زمین میں ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا ﴿۷۴﴾
اور ان میں بعض ایسے ہیں جنہوں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہم کو اپنی
مہربانی سے (مال) عطا فرمائے گا تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے اور نیکوکاروں میں ہو جائیں گے ﴿۷۵﴾
لیکن جب خدا نے ان کو اپنے فضل سے (مال) دیا تو اس میں بخل
کرنے لگے اور (اپنے عہد سے) روگردانی کر کے پھر بیٹھے ﴿۷۶﴾
تو خدا نے اس کا انجام یہ کیا کہ اس روز تک کے لیے جس میں وہ خدا کے روبرو
حاضر ہوں گے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اس لیے کہ انہوں نے خدا سے جو
وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے ﴿۷۷﴾
کیا ان کو معلوم نہیں کہ خدا ان کے بھیدوں اور مشوروں تک سے واقف ہے
اور یہ کہ وہ غیب کی باتیں جاننے والا ہے ﴿۷۸﴾
جو (ذی استطاعت) ف[131] مسلمان دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور جو (بیچارے
غریب) صرف اتنا ہی کما سکتے ہیں جتنی مزدوری کرتے (اور تھوڑی سی
کمائی میں سے بھی خرچ کرتے) ہیں ان پر جو (منافق) طعن کرتے اور
ہنستے ہیں۔ خدا ان پر ہنستا ہے اور ان کے لیے تکلیف دینے والا عذاب (تیار) ہے ﴿۷۹﴾
تم ان کے لیے بخشش مانگو یا نہ مانگو (بات ایک ہی ہے)۔ اگر ان کے
لیے ستر دفعہ بھی بخشش مانگو گے تو بھی خدا ان کو نہیں بخشے گا
یہ اس لیے کہ انہوں نے خدا اور اس کے رسول سے کفر
کیا۔ اور خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ﴿۸۰﴾

اسرار و معارف

جہاد کا حکم

ان آیاتِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کو براہِ راست کفار اور منافقین سے جہاد کا حکم دیا جا رہا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ مسلمان امیر یا مسلمان حکومت کبھی بھی فریضۂ جہاد سے غافل نہ ہو سکیں کہ جب خود رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے تو اور کون مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ اسلام نے جنگ کی جگہ جہاد

کا حکم دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جہاں کفار جنگ کریں گے تو مقابلے میں لڑنا جہاد ہے۔ جہاں مسلمان کم ہوں اور لڑنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو اُس جگہ زبانی اور عملی تبلیغ جہاد ہو گا۔

بعض لوگوں کا یہ خیال کہ اسلام نے تو لڑائی کا حکم دے دیا، اب مسلمان کہاں کہاں لڑتے پھریں گے۔ پھر جہاں تعداد میں کم یا گنتی کے ہیں کیسے لڑ سکیں گے؟ تو انھوں نے جہاد کے مفہوم پر توجہ نہیں کی، جہاد نیکی کو پھیلانے کی کوشش کا نام ہے۔ اگر سرِ میدان مقابلہ کرنا پڑے تو جہاد ہے، زبان سے بات کر سکے تو جہاد ہے اور منافق سے تو لڑائی ہو نہیں سکتی کہ وہ ظاہراً تو خود کو مسلمان کہتا ہے اور دکھانے کے لئے عمل بھی کرتا ہے۔ لہٰذا منافقین سے جہاد کا مفہوم تو نیکی اور خلوص کی تلقین ہی ہے جس پر کم و بیش سب مفسّرین کا اتفاق ہے۔

اور جہاد میں شِدّت سے کام لیں کوئی نرمی نہ کریں۔ ظاہر ہے میدانِ کارزار کا تو یہ مسلّمہ اصول ہے کہ جنگ صرف جنگ ہوتی ہے جو نرمی سے جیتی نہیں جا سکتی۔ ہاں اسلام نے جنگ کے بھی اصول دیئے ہیں اور حدود و قیود مقرّر فرما دی ہیں مگر اِن کے اندر رہتے ہوئے کوئی نرمی نہ ہو گی۔ اسی طرح منافقین سے احکامِ شریعت پر پوری شِدّت سے عمل کرایا جائے گا۔ غلظت جو رافت یعنی نرم دلی کا مقابل ہے اس سے زبان کی تلخی یا قلبی تنگی مراد لینا درُست نہیں بلکہ کفار سے جنگ کے اصولوں کے مطابق پوری پوری سختی ہو گی اور منافقین جو اسلام کے مدعی ہیں اُن سے شریعت پر عمل کرانے میں کوئی نرمی نہ ہو گی۔

امیر کا فریضہ

یہاں یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ شریعت پر پوری طرح عمل کرانا اور اس کا اہتمام بھی مسلمان امیر کا فریضہ ہے ایسے ہی ہر عالم یا پیر، لوگ جس کی بات مانتے ہوں، کے ذمّہ ہے کہ اُنھیں شریعت پر عمل کی تلقین پوری شدت سے کرے لیکن اگر کفار اور منافقین نے اپنی اصلاح نہ کی اور اسی حال میں دنیا سے گئے تو اُن کا انجام جہنّم ہے جو بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

منافقین اگرچہ اپنی برأت کے لئے قسمیں کھاتے ہیں مگر یہ کلماتِ کُفر کہنے سے باز نہیں آتے۔ منافقین کی عادت تھی کبھی ایمانیات پہ اعتراض کرتے تو کبھی اعمال میں نقائص بیان کرتے، جیسے آجکل احکامِ شرعی پر تنقید ایک فیشن رہے مگر جب بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی یا مسلمان گرفت کرتے تو مُکر جاتے اور اللہ کی قسمیں کھاتے۔ تو فرمایا یہ جھوٹے ہیں بلکہ یہ اپنے کلماتِ کُفر کے باعث کافر ہو چکے ہیں حالانکہ قبولِ اسلام سے اسلام میں

داخل ہوئے تھے مگر یہ بدنصیب پھر سے کافر ہو گئے۔ تو یہ بات ثابت ہوئی کہ محض دعوائے اسلام کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ جب تک قلبی یقین نصیب نہ ہو، ایسا انسان لوگوں کے سامنے بیشک مسلمان بنا رہے اللہ کے نزدیک کافر ہی ہے اور یہی قلبی بے یقینی ہی منافقت بھی کہلاتی ہے اور زبان پر ایسے جُملے لانے کا سبب بھی بنتی ہے۔ نیز منافق اگرچہ دُنیا کی مقصد براری کے لِئے سارا کچھ کرتا ہے مگر انجام کار اپنے اس مقصد میں بھی ناکام ہی رہتا ہے۔

مفسّرین کرام نے اِس آیہ کریمہ کے شانِ نزول میں اس طرح کے خاص واقعات بھی اِرشاد فرمائے ہیں مگر آیت حکم کے اعتبار سے تو عام ہے اور ہمیشہ کے لِئے ہے۔ لہٰذا ارشاد ہوا کہ دعوائے اِسلام سے انھیں اللہ اور اس کے رسُول ﷺ نے تو سہولتیں بہم پہنچائیں اور مسلمانوں کے برابر حقوق عطا فرمائے! کیا یہ اُس کی شکر گزاری اس طرح سے کر رہے ہیں یعنی منافق کیسے بدکردار ہیں کہ نعمتیں پاکر شکر کی بجائے کفرانِ نعمت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مگر ہر گروہ کی طرح اس کا علاج بھی توبہ ہے۔ اگرچہ بہت بڑا جرم ہے مگر توبہ کرلیں تو اُن کے حق میں بہت بہتر ہے کہ توبہ ہر جُرم کو معاف کرا دیتی ہے اور اگر باز نہ آئے پھر اُن کا مقدر دردناک عذاب ہے یہاں اور آخرت میں بھی۔ اور رُوئے زمین پر کوئی متنفس ان کی حمایت اور مدد نہ کر سکے گا کہ عذاب الٰہی جب آتا ہے تو انسان از خود تنہا بھی ہو جاتا ہے اور نہتا بھی۔

ان ہی میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے وعدہ کیا اور دعائیں مانگیں کہ اگر اللہ مجھے غنی کردے تو میں اس کے شکر کے طور پر سب لوگوں کے حقوق بھی ادا کرونگا اور خلقِ خدا کی بھلائی پہ اپنا مال صَرف کروں گا مگر جب مال ہاتھ آیا تو مُکر گئے اور ایسے بدلے کہ خرچ تو کیا کرتے اور بھی کنجوسی کرنے لگے اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی بجائے غصب کرنے لگ گئے۔ یہ بھی ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے مگر حکم عام ہے اور آج بھی جو لوگ اللہ کی نعمتیں پاکر اقتدار میں آجاتے ہیں یا دولتمند ہو جاتے ہیں تو انھیں چاہیئے کہ اللہ کے بندوں کے حقوق پوری محنت سے ادا کریں مگر لوگ نہ صرف حقوق ادا نہیں کرتے اُلٹے غصب کرنے لگتے ہیں۔

بعض گناہ ایسے ہیں جن کی سزا کے طور پر توبہ کی توفیق ہی سَلب ہو جاتی ہے

یہ اِتنا بڑا جُرم ہے کہ اس کی پاداش میں توبہ کی توفیق ہی نصیب نہیں ہوتی اور روزِ حشر تک نفاق کو ان کے دِلوں میں دھنسا دیا جاتا ہے اور اسی حالِ بد میں حساب کے لِئے پیش ہوں گے

یہ اُن کے جھوٹ کی سزا ہے کہ اللہ سے وعدہ کرکے اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں کلمہ طیبہ کا اقرار اور اپنے مسلمان ہونے کا دعوٰے ہی تو بہت بڑا وعدہ ہے ۔ پھر کردارِ کفار کا اپنا لینا کہاں کا انصاف ہے اگر اس میں یہ بات بھی شامل ہو جائے کہ مَیں مسلمانوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا ہوں تو یہ اِتنا بڑا گناہ ہے کہ توبہ کی توفیق بھی سلب ہو جاتی ہے اور یہ فیصلہ اللہ خود کرتے ہیں ۔ کیا انھیں اُس بات کی خبر نہیں کہ اللہ چھُپی ہوئی بھی اور ظاہر بھی سب باتیں جانتے ہیں ۔

یہ لوگ تو مسلمانوں کا تمسخر اڑاتے ہیں اُن کا بھی جو دل کھول کر اللہ کی راہ میں صدقہ دیں اور خرچ کریں اور اُن کا بھی جو دن بھر کی مزدوری میں جو کماتے ہیں ، تھوڑا سہی مگر اپنا پیٹ کاٹ کر صدقہ بھی ضرور دیتے ہیں ۔ کوئی مالدار مسلمان زیادہ دے تو یہ کہتے ہیں ، دِکھانے کے لِئے دیتا ہے اور تھوڑا دینے والے کو کہتے ہیں بھلا اس ذرا سی چیز کی اللہ کو کیا حاجت ؟ مقصد ان کا مذاق اڑانا ہوتا ہے ۔

نیک لوگوں کا مذاق اڑانا بہت بڑا جُرم ہے

اور یہ اتنا بڑا جرُم ہے کہ اس کی پاداش میں یہ خود تقدیرِ الٰہی کے مذاق کا شکار ہو رہے ہیں

یعنی بظاہر تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم بہت فائدے میں ہیں مگر انجام کار سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے ۔ اور یہ آپ ﷺ کے متبعین سے مذاق دراصل توہینِ رسالت ہے اور اس کی سزا اِستقدر یقینی ہے کہ اگر آپ ﷺ بھی اُن کی مغفرت کی دُعا کریں یا نہ کریں ، برابر ہے کہ انھیں یقیناً عذاب ہو گا ۔ آپ ﷺ کریں بھی اور بہت زیادہ مرتبہ بھی کریں تو بھی اللہ انھیں معاف نہیں کرے گا کہ انھوں نے اللہ سے اور اس کے رسُول ﷺ سے کفر کیا اور ایسے بدکاروں کو اللہ ہدایت بھی نہیں دیتے یہ بھی اس گناہ کی سزا کا حصّہ ہے ۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ توبہ کی توفیق بھی سلب ہو جاتی ہے اور اس پہ تاریخ گواہ ہے کہ ایسے لوگ بھی جو میدانِ کارزار میں آپ ﷺ کے خلاف لڑے اُنھیں بھی توبہ نصیب ہو گئی اور وہ بہت چوٹی کے مسلمان جرنیل بھی ثابت ہوئے مثلاً حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہی کو دیکھ لیں مگر جن لوگوں نے تمسخر اڑایا اور بدکلامی کرنے کے مرتکب ہوئے وہ کُفر ہی کی حالت میں موت کے منہ میں چلے گئے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لِئے جہنّم کا ایندھن بن گئے ۔ ایسے ہی آج جو لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہا یا آپ ﷺ کے متبعین کو

گالیاں دیتے اور مذاق اڑاتے ہیں وہ سب اسی آیہ کریمہ کا مصداق ہیں اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ انھیں توبہ کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اور یہ جرم ایسا ہے کہ فرمایا آپ ﷺ اگر شانِ کریمی کے سبب اُن کے لئے دعا بھی کریں تو بھی ان کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ جیسے ابن اُبی جو منافقوں کا سردار تھا اُس کے مرنے پر آپ ﷺ نے اپنا قمیص مبارک بھی کفن کے لئے عطا فرمایا اور جنازہ کی نماز بھی پڑھا دی کہ اس کا بیٹا مخلص خادم تھا۔ آپ ﷺ نے اس کی دل جوئی بھی فرمائی اور اس خلق کریمانہ کے باعث ہزاروں لوگ داخلِ اسلام بھی ہوئے مگر اس کے بعد آپ ﷺ کو منع فرما دیا گیا۔

شیعہ کا جنازہ یا دُعائے مغفرت

چنانچہ یہ قانون بن گیا کہ کافر کے مرنے پر اس کی نجات کے لئے دعا جائز نہیں یا ایسے منافق جو اپنے مسلمان ہونے کا دعوٰے کرتے ہیں مگر عملاً صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین اور متقدمین کا مذاق ہی نہیں اُڑاتے، گالیاں تک دینا اپنے دین کا جزو سمجھتے ہیں۔ اُن کا نہ تو جنازہ پڑھنا جائز ہے نہ ان کے لئے بعد موت دعا کرنے کی اجازت ہے۔

آپ ﷺ نے جب ابنِ اُبی کا جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دامن تھام کر عرض کیا کہ آپ نہ پڑھائیے۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ نے مجھے منع نہیں فرمایا، یہ فرمایا ہے کہ تم دعا کرو نہ کرو، ان کی بخشش نہ ہو گی لہٰذا دُعا تو کروں گا کہ مجھے اختیار بخشا ہے آگے اُس کا اپنا کام ہے۔ مگر آئندہ اس سے بالکل روک دیا گیا۔ یہ حکم بھی منجملہ ان احکام میں سے ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئے۔

رکوع نمبر ۱۱ | آیات ۸۱ تا ۸۹ | واعلموا ۱۰/۱۷

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ
جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾
فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ع

جو لوگ (غزوہ تبوک میں) پیچھے رہ گئے وہ پیغمبر خدا (کی مرضی)
کے خلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے اور اس بات کو ناپسند
کیا کہ خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کریں۔ اور
(اوروں سے بھی) کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلنا (ان سے) کہہ دو کہ دوزخ
کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے کاش یہ (اس بات کو) سمجھتے ﴿٨١﴾
یہ (دنیا میں) تھوڑا سا ہنس لیں اور (آخرت میں) ان کو ان اعمال

81. Those who were left behind rejoiced at sitting still behind the messenger of Allah, and were averse to striving with their wealth and their lives in Allah's way. And they said: Go not forth in the heat! Say: The heat of hell is more intense of heat, if they but understood.

82. Then let them laugh a little: they will weep much, as

the reward of what they used to earn.

83. If Allah bring thee back (from the campaign) unto a party of them and they ask of thee leave to go out (to fight), then say unto them: Ye shall never more go out with me nor fight with me against a foe. Ye were content with sitting still the first time. So sit still, with the useless.

84. And never (O Muhammad) pray for one of them who dieth, nor stand by his grave. Lo! they disbelieved in Allah and His messenger, and they died while they were evil-doers.

85. Let not their wealth nor their children astonish thee! Allah purposeth only to punish them thereby in the world, and that their souls shall pass away while they are disbelievers.

86. And when a surah is revealed (which saith): Believe in Allah and strive along with His messenger, the men of wealth among them still ask leave of thee and say: Suffer us to be with those who sit (at home).

87. They are content that they should be with the useless and their hearts are sealed, so that they apprehend not.

88. But the messenger and those who believe with him strive with their wealth and their lives. Such are they for whom are the good things. Such are they who are the successful.

89. Allah hath made ready for them Gardens underneath which rivers flow, wherein they will abide That is the supreme triumph.

کے بدلے جو کرتے رہے ہیں بہت سا رونا ہوگا ﴿۸۲﴾
پھر اگر خدا تم کو ان میں سے کسی گروہ کی طرف لے جائے اور وہ
تم سے نکلنے کی اجازت طلب کریں تو کہہ دینا کہ تم میرے
ساتھ ہرگز نہیں نکلو گے اور نہ میرے ساتھ (مددگار ہو کر)
دشمن سے لڑائی کرو گے۔ تم پہلی دفعہ بیٹھ رہنے سے خوش
ہوئے تو اب بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو ﴿۸۳﴾
اور (اے پیغمبر) ان میں سے کوئی مر جائے تو کبھی اُس (کے جنازے)
پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اُس کی قبر پر (جا کر) کھڑے ہونا۔ یہ خدا اور
اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے رہے اور مرے بھی نافرمان ہی (مرے) ﴿۸۴﴾
اور اُن کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کرنا۔ ان چیزوں سے خدا
یہ چاہتا ہے کہ اُن کو دنیا میں عذاب کرے۔ اور (جب) اُن
کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) یہ کافر ہی ہوں ﴿۸۵﴾
اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ خدا پر ایمان لاؤ اور اسکے رسول کیساتھ
ہو کر لڑائی کرو تو جو ان میں دولتمند ہیں وہ تم سے اجازت طلب کرتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ ہمیں تو رہنے ہی دیجئے کہ جو لوگ گھروں میں رہیں گے ہم بھی انکے ساتھ رہیں ﴿۸۶﴾
یہ اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کیساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں (گھروں میں)
بیٹھ رہیں انکے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے تو یہ سمجھتے ہی نہیں ﴿۸۷﴾
لیکن پیغمبر اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے سب اپنے مال اور
جان سے لڑے۔ اُنہی لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں اور یہی
مراد پانے والے ہیں ﴿۸۸﴾
خدا نے اُن کے لئے باغات تیار کر رکھے ہیں
جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے
یہ بڑی کامیابی ہے ﴿۸۹﴾

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾
فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ
فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا
مَعِىَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِىَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ
رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا
مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾
وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا
وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾
وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى
الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾
وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ
جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا
الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾
رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾
لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ
لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾
اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ
ع الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾

اسرار و معارف

نبی کریم ﷺ کی اطاعت سے محرومی بہت بڑی بدنصیبی ہے خواہ نہ کرنے والا یہ سمجھ رہا ہو کہ وہ آرام سے ہے اور خواہ مخواہ کی مصیبت نماز، روزہ، جہاد سے بچا ہُوا ہے، اپنے گھر میں اپنی پسند سے وقت بسر کر رہا ہے مگر حقیقت میں وہ ایک بہت بڑی مصیبت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جیسے تبوک پہ حاضر نہ ہونے والے

آپ ﷺ کی اطاعت سے جی چُرا کر خوش بیٹھے تھے کہ ہم مزے میں ہیں، مال بھی بچا، جان کو بھی تکلیف میں نہیں ڈالا بلکہ انھیں جان و مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا گوارا ہی نہیں اور گناہ کا اثر ہی یہ ہوتا ہے کہ نیکی کے لِئے دِل میں جگہ نہیں رہتی۔ بلکہ دوسروں سے بھی کہتے ہیں، کیوں گرمی میں ہلاک ہوتے ہو، مت جاؤ یہ لمبا سفر اور اِس غضب کی گرمی یعنی اطاعتِ رسُول ﷺ میں دُنیاوی مشکلات کا تذکرہ کرکے دُوسروں کو بھی اس سعادت سے روکنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ آجکل کا امیر طبقہ دیندار ہونے کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتا ہے تو انھیں بتائیے کہ جہنّم کی آگ بہت زیادہ گرم اور تباہ کر دینے والی ہے اِس کی مشکلات بہت ہیبت ناک ہیں۔ اطاعتِ رسُول ﷺ ترک کرکے تمھیں خوش نہ ہونا چاہیئے کہ دنیا کی مشکلات سے خود کو بچا لیا بلکہ تم بہت بڑی مصیبت میں خود کو اپنے ہاتھوں ڈال رہے ہو، اگر تمھیں سمجھنے کی صلاحیت حاصل ہے تو غور کرکے دیکھو۔ لیکن اگر اسی حال پہ خوش ہو تو بہت تھوڑی دیر کے لِئے خوشی بھی منا لو، مگر یاد رکھو! اِس فانی اور لمحاتی خوشی کے ساتھ ابدی رنج بھی لگا ہوا ہے اور ان اعمال کے نتیجے میں ہمیشہ کے لِئے رونا تمھارا مقدر بن جائے گا۔ جان بوجھ کر اطاعتِ رسالت کو حقیر سمجھ کر ترک کرنا ایسا شدید گناہ ہے کہ اگر کبھی آپ ﷺ کی ان سے پھر سے ملاقات ہو اور یہ جہاد میں شرکت کا ارادہ بھی ظاہر کریں تو فرما دیجئے، اب تم بیٹھے ہی رہو کہ میری ہمرکابی کے شرف سے ہمیشہ کے لِئے محرُوم کر دیئے گئے ہو۔ لہٰذا نہ کبھی میرے ساتھ چلنے کی تمنّا کرو اور نہ میرا ہاتھ بٹانے کی آرزو۔ تمھیں اب توفیقِ جہاد نہ ہو گی۔ تمھاری یہ باتیں بھی اوپرے دل سے ہیں کہ خلوص جیسی عظیم نعمت سے تو تم پہلے ہی محرُوم ہو چکے ہو تم نے اتباع کرکے میرا ساتھ دینے کی بجائے پیچھے رہ کر اطاعت نہ کرنے والوں کا ساتھ دیا لہٰذا اب انہی کے ساتھ رہو اور وہی انجام بھگتو جو اُن کو نصیب ہو۔ اعاذنا اللہ منہا

کاش! آج کے ترقی پسند غور فرما لیتے۔

ارکانِ دین سے مذاق منافقت کی دلیل ہے ایسے شخص کا جنازہ پڑھنا یا قبر کی تکریم جائز نہیں

آپ آئندہ کبھی اُن کا جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں۔ یہ ایک بہت بڑی محرومی اور سزا تھی جو منافقین پر مسلّط کی گئی کہ آپ

ﷺ کو اُن کا جنازہ پڑھنے سے روک دیا گیا۔ آخرت کی شفاعت سے محرومی کا یہ منظر موت ہی پہ واضح کر دیا گیا۔ حالانکہ یہ لوگ اپنے مسلمان ہونے کے دعویدار تھے اور بظاہر نماز روزہ بھی کرتے تھے مگر شعائرِ دین کا مذاق اڑاتے، دین پر عمل کرنے والوں کا مذاق اڑاتے اور اتباعِ رسالت سے منع کرتے تھے اور اس کو دنیوی اعتبار سے نقصان دہ بتاتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کسی منافق پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔ آپ ﷺ کے بعد چونکہ وحی نازل ہونا بند ہو گئی اور یقیناً کوئی نہیں جانتا، کون منافق ہے؟ اس لئے علماء کا ارشاد ہے کہ ہر اُس آدمی پر نماز پڑھی جائے گی جو اپنے مسلمان ہونے کا دعوےٰ رکھتا ہے۔ لیکن ان آیات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ جو شخص نیک لوگوں کا مذاق اُڑائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے روکے اور دین پر عمل کو دُنیا کی ترقی میں رکاوٹ جانتا ہو، اس پر نہ تو نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا۔ ہاں! اگر مجبوری ہو جیسے کوئی رشتہ دار مر جائے جسے کوئی سنبھالنے والا نہ ہو تو محض گڑھے میں پھینکنے کی اجازت ہو گی۔

قبر یہی ہے جس میں جسم دفن ہوتا ہے

بعض جدید محققین کے نزدیک قبر سے یہ گڑھا مراد نہیں جہاں جسم دفن ہوتا ہے بلکہ علیین یا سجین میں ہوتی ہے اس آیہ کریمہ نے ان کے اِس وہم کی تردید بھی کر دی کہ آپ ﷺ وقتِ دفن اسی گڑھے پر کھڑے ہوتے تھے لہٰذا یہی قبر ہے اور قبر کا عذاب ثواب یا سوال وجواب اِسی گڑھے میں واقع ہوتے ہیں۔

کسی نیک آدمی کا قبر پر کھڑا ہونا بھی میّت کے لِئے نفع بخش ہے

اور یہ بھی ثابت ہُوا کہ آپ ﷺ کے قبر پر کھڑا ہونے سے میّت کو فائدہ ہوتا تھا اور یہ امر اس کے لِئے نہایت نفع بخش تھا اس لِئے منافقین کو اس سعادت سے محرُوم کر دیا گیا اور آپ ﷺ کو ان کی قبور میں سے کسی پر کھڑا ہونے سے روک دیا گیا۔ حدیثِ پاک اور سیرت میں ایسے بہت سے واقعات بیان ہوئے ہیں جن سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ کسی نیک انسان کا قبر پر کھڑا ہونا بھی بہت نفع بخش ہے اور اس آیہ کریمہ سے بھی صاف صاف ثابت ہو رہا ہے۔

اور اے مخاطب! یہ بات کہ اُن کے پاس مال ہے، انھیں اولاد نصیب ہے۔ تجھے ہرگز حیرت

میں نہ ڈالے کہ محض کسی شئے کا وجود ہی مقصد نہیں ہوتا۔ جیسے کسی سخت پیاسے کو پانی نہ ملے مگر ڈھیر سونا مل جائے تو اس کو کیا خوشی ہوگی کہ پیاس سے تو مرنے کو ہے لہٰذا اس دولت کو پاکر اور دُکھی ہوگا کہ کاش! یہ میرے کام آسکتی۔ وہی حال ان منافقین کا ہے کہ مال سے مراد تو آرام ہے جو انھیں نصیب ہی نہیں اور ایک بے کلی اور بے چینی انھیں گھیرے ہوئے ہے۔ اولاد سے مراد بھی عزّت و ناموس اور آرام ہی ہے۔ سو اُن کی اولاد بھی ان کی رسوائی کا سبب بنتی ہے لہٰذا یہ دونوں چیزیں جو نعمت ہی تھیں مگر ان کے لئے عذاب ثابت ہوئیں اور اللہ ایسا ہی قادر ہے کہ جب عذاب کرنا چاہے تو آرام کے اسباب کو نتائج کے اعتبار سے عذاب کا باعث بنا دیتا ہے اور ان پر تو یہ عذاب بھی ہے کہ اسی حال میں کفر ہی پہ مرتے ہیں اور توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔

اس عذاب کی دلیل اُن کا یہ حال ہے کہ جب آپ ﷺ کے ہمرکاب جہاد کرنے کا حکم سنتے ہیں تو مختلف بہانے کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ کی اطاعت ہی تو اصلِ ایمان ہے اور یہ قدرت و طاقت رکھتے ہوئے بھی کام نہیں کرتے۔ بلکہ حیلوں بہانوں سے رخصت کے طالب ہوتے ہیں اور کہتے ہیں، ہمیں نہ جانے والوں کا ساتھ ٹھیک ہے۔ وہیں رہنے دیں۔ دین پر عمل اور دین کی سربلندی کے لئے کوشش کرنا آج بھی آپ ﷺ کا ہاتھ بٹانے کے مترادف ہے اور جن لوگوں کو اس کی توفیق نہیں، انھیں خوش نہ ہونا چاہیئے بلکہ یہ فکر کرنی چاہیئے کہ آخر وہ اس سعادت سے کیوں محروم ہیں؟

اصل مدار دِل کے حال پر ہے

یہ تو خوش ہیں کہ شاید وہ تکلیف سے بچ گئے اور آرام سے بیٹھے ہیں مگر اصل بات یہ ہے کہ اُن کے گناہوں کی پاداش میں اُن کے دلوں پر مہر کردی گئی۔ لہٰذا یہ سُود و زیاں کی سمجھ ہی کھو بیٹھے ہیں۔ یہ آیہ کریمہ بتا رہی ہے کہ اصل مدار دل کے حال پر ہے اور جب تک دِل زندہ اور روشن نہ ہو، توفیقِ عمل نصیب ہوتی ہے۔ نہ عمل کرنے کا نفع اور نہ کرنے کا نقصان سمجھ میں آتا ہے۔ اِن کے مقابل روشن ترین دل رسُول اللہ ﷺ کا ہے اور اُن لوگوں کا، جن کو آپ ﷺ کی معیّت ایمان کے ساتھ نصیب ہے اور اس کی دلیل واضح ہے کہ وہ اپنی جان، اپنا مال اللہ کی راہ میں نچھاور کرتے ہیں اور اپنی بہترین کوشش غلبۂ اسلام کے لئے کررہے ہیں۔ لہٰذا تمام بھلائیاں خواہ وہ دُنیا

سے متعلق ہوں یا آخرت سے، انہی کا مقدّر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور ایسے ہی لوگوں کے لئے جو اپنا جان و مال اور اپنی بہترین کوشش غلبۂ اسلام کی راہ میں صرف کرتے ہیں، اللہ نے جنّت تیّار کی ہے جس کے نیچے نہریں رواں ہیں، جو سدا شاداب ہے۔ اور یہی حقیقی کامیابی ہے کہ اُن لوگوں کے مدارج کو پایا جائے اور اُن کے نقوشِ پا پر چل کر حیات بسر ہو۔

رکوع نمبر ۱۲ — آیات ۹۰ تا ۹۳ — واعلموا ۱۰ ۱۸

وَجَاۤءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

اور صحرا نشینوں میں سے بھی کچھ لوگ عذر کرتے ہوئے (تمہارے) پاس آئے کہ ان کو بھی اجازت دی جائے اور جنہوں نے خدا اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا وہ (گھر میں) بیٹھ رہے سو جو لوگ ان میں سے کافر ہوئے ہیں ان کو دکھ دینے والا عذاب پہنچے گا ﴿۹۰﴾

90. And those among the wandering Arabs who had an excuse came in order that permission might be granted them. And those who lied to Allah and His messenger sat at home. A painful doom will fall on those of them who disbelieve.

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاۤءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾

نہ تو ضعیفوں پر کچھ گناہ ہے اور نہ بیماروں پر اور نہ اُن پر جن کے پاس خرچ موجود نہیں (کہ شریک جہاد ہوں یعنی) جبکہ خدا اور اسکے رسول کے خیر اندیش (اور دل سے اُنکے ساتھ) ہوں۔ نیکو کاروں پر کسی طرح کا الزام نہیں ہے۔ اور خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۹۱﴾

91. Not unto the weak nor unto the sick nor unto those who can find naught to spend is any fault (to be imputed though they stay at home) if they are true to Allah and His messenger. Not unto the good is there any road (of blame). Allah is Forgiving, Merciful.

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ ؕ

اور نہ اُن (بے سروسامان) لوگوں پر الزام ہے کہ تمہارے پاس آئے کہ اُن کو سواری دو اور تم نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر تم کو سوار کروں تو وہ لوٹ گئے اور اس غم سے کہ اُنکے پاس خرچ موجود نہ تھا اُنکی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے ﴿۹۲﴾

92. Nor unto those whom, when they came to thee (asking) that thou shouldst mount them, thou didst tell: I cannot find whereon to mount you. They turned back with eyes flowing with tears, for sorrow that they could not find the means to spend.

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَاۤءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

الزام تو اُن لوگوں پر ہے جو دولت مند ہیں اور (پھر) تم سے اجازت طلب کرتے ہیں (یعنی) اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں (گھروں میں بیٹھ) رہیں۔ خدا نے اُن کے دلوں پر مُہر کر دی ہے پس وہ سمجھتے ہی نہیں ﴿۹۳﴾

93. The road (of blame) is only against those who ask for leave of thee (to stay at home) when they are rich. They are content to be with the useless. Allah hath sealed their hearts so that they know not.

اسرار و معارف

کفّار و منافقین میں بھی درجے ہیں، جیسے کچھ گنوار اور دیہاتی تو ایسے تھے جو جانا ہرگز نہ چاہتے تھے، مگر

دُنیا داری کے لِئے اجازت حاصل کرنے آ گئے مگر کچھ اِسقدر شدید تھے کہ گھر ہی بیٹھ رہے اور جھوٹے مُنہ اجازت لینا بھی گوارا نہ کیا کہ باوجود دعوائے اسلام کے، اُن کے دلوں میں اللہ جل جلالہ اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر بھرا ہوا ہے مگر یہ سب کچھ تو وہ اپنی ہی تباہی کے لِئے کر رہے ہیں کہ اس کا نتیجہ دردناک عذاب ہے۔

یہاں اُن لوگوں کو بھی غور کرنا چاہیئے جو دین کے فرائض کو نہایت بے دردی سے چھوڑے ہوئے ہیں۔ جہاد تو دُور کی بات ہے، اب تو لوگوں نے نماز تک ترک کر دی ہے اور اس کے لِئے کوئی جھوٹے مُنہ بہانہ بنانا بھی ضروری خیال نہیں کرتے۔ حالانکہ نماز تو منافق بھی پڑھا کرتے تھے خواہ دکھانے کو سہی، ہاں جہاد کے حکم پہ بہانے کرنے لگے۔ لیکن اگر کوئی واقعی معذور ہے یا بیماری کے باعث نہیں جا سکتا یا اللہ جل جلالہ کی راہ میں خرچ کرنے کو اس کے پاس کچھ ہے ہی نہیں تو ایسے لوگوں پر کوئی گرفت نہیں مگر خلوص شرط ہے۔ یہ ضروری ہے کہ وہ دِل کی گہرائیوں سے طلب رکھتا ہو کہ کاش وسائل ہوتے یا صحت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا حق ادا کرتا۔ تو دردِ دل رکھنے والوں کا ہاتھ تو اللہ کی مغفرت بڑھ کر تھام لیتی ہے اور ایسے ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

نہ ہی ان لوگوں سے گلہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر اُن کے پاس وسائل نہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بتایا کہ کوئی سواری دستیاب نہیں تو روتے ہوئے واپس جا رہے تھے اور جگر کا خون اُن کی آنکھوں سے ٹپک رہا تھا کہ کاش کچھ تو ہاتھ میں ہو جو آج نچھاور کرتے۔ ایسے بھی کچھ صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین تھے جو تہی دست تھے مگر تبوک جانے کو بے قرار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کوئی سواری دستیاب نہ تھی۔ وہ پلٹے تو بہت دُکھی تھے۔ آخر اللہ جل شانہ نے عجیب انتظام فرمایا کہ چھ اونٹ کسی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ گئے تو اُن لوگوں کو دیئے گئے۔ تین کا اہتمام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کر دیا، اگرچہ پہلے بہت کافی کر بھی چکے تھے مگر پھر بھی کچھ لوگ بچ رہے یہ انہی کا تذکرہ ہے اور یہ لوگ تو اللہ کی رحمت کو پانے والے ہیں۔ بدنصیب تو وہ ہیں جن کے پاس اسباب بھی ہیں، بیمار وغیرہ بھی نہیں ہیں مگر محض جان بچانے کے لِئے بہانے کر رہے ہیں اور اجازت لینا چاہتے ہیں۔

دراصل اُن کی منافقت اور برائی کی سزا کے طور پر اُن کے دلوں پر مہر کر دی گئی ہے لہٰذا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات یا اللہ جل جلالہ سے تعلق کا لُطف یا نیکی کا ثمر کچھ بھی محسُوس ہی نہیں کر سکتے۔ دل

ہی مردہ ہو گئے تو برکاتِ نبوت ﷺ کی لذت کون چکھے گا؟ کہ یہ نعمت ایسی ہے جس کی لذتوں سے قلوب سیراب ہوتے ہیں اور یہ محروم القسمت لوگ دل کی موت کے بعد اب اِن نعمتوں کو پہچان بھی نہیں سکتے۔

رکوع نمبر ۱۲ — آیات ۹۴ تا ۹۹ — یعتذرون ۱۱

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ ۚ قُل لَّا تَعْتَذِرُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ۚ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۹۴﴾

جب تم اُن کے پاس واپس جاؤ گے تو تم سے عذر کریں گے تم کہنا کہ عذر مت کرو ہم ہرگز تمہاری بات نہیں مانیں گے خدا نے ہم کو تمہارے سب حالات بتا دیئے ہیں۔ اور ابھی خدا اور اُس کا رسول تمہارے عملوں کو (اور) دیکھیں گے پھر تم غائب و حاضر کے جاننے والے (خدائے واحد) کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور جو عمل تم کرتے رہے ہو وہ سب تمہیں بتائیگا ﴿۹۴﴾

94. They will make excuse to you (Muslims) when ye return unto them. Say: Make no excuse, for we shall not believe you. Allah hath told us tidings of you. Allah and His messenger will see your conduct, and then ye will be brought back unto Him Who knoweth the invisible as well as the visible, and He will tell you what ye used to do.

سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۹۵﴾

جب تم اُن کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو تمہارے روبرو خدا کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم اُن سے درگزر کرو سو اُن کی طرف التفات نہ کرنا یہ ناپاک ہیں اور جو کام یہ کرتے رہے ہیں اُن کے بدلے اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے ﴿۹۵﴾

95. They will swear by Allah unto you, when ye return unto them, that ye may let them be. Let them be, for lo! they are unclean, and their abode is hell as the reward for what they used to earn.

يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۖ فَإِن تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿۹۶﴾

یہ تمہارے آگے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم اُن سے خوش ہو جاؤ لیکن اگر تم ان سے خوش ہو جاؤ گے تو خدا تو نافرمان لوگوں سے خوش نہیں ہوتا ﴿۹۶﴾

96. They swear unto you, that ye may accept them. Though ye accept them, Allah verily accepteth not wrongdoing folk.

الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۹۷﴾

دیہاتی لوگ سخت کافر اور سخت منافق ہیں اور اس قابل ہیں کہ جو احکام (شریعت) خدا نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں ان سے واقف (ہی) نہ ہوں۔ اور خدا جاننے والا (اور) حکمت والا ہے ﴿۹۷﴾

97. The wandering Arabs are more hard in disbelief and hypocrisy, and more likely to be ignorant of the limits which Allah hath revealed unto His messenger. And Allah is Knower, Wise.

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَن يَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ ۚ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۹۸﴾

اور بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اُسے تاوان سمجھتے ہیں اور تمہارے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں۔ اُنہی پر بُری مصیبت (واقع) ہو۔ اور خدا سننے والا (اور) جاننے والا ہے ﴿۹۸﴾

98. And of the wandering Arabs there is he who taketh that which he expendeth (for the cause of Allah), as a loss, and awaiteth (evil) turns of fortune for you (that he may be rid of it). The evil turn of fortune will be theirs. Allah is Hearer, Knower.

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَن يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ قُرُبَاتٍ عِندَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ ۚ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۚ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۹۹﴾

اور بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ خدا پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسکو خدا کی قربت اور پیغمبر کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ دیکھو وہ بے شبہ اُن کے لئے (موجبِ) قربت ہے۔ خدا اُن کو عنقریب اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۹۹﴾

99. And of the wandering Arabs there is he who believeth in Allah and the Last Day, and taketh that which he expendeth and also the prayers of the messenger as acceptable offerings in the sight of Allah. Lo! verily it is an acceptable offering for them. Allah will bring them unto His mercy. Lo! Allah is Forgiving, Merciful.

اسرار و معارف

منافقین کا قاعدہ ہی یہی ہے کہ جب آپ واپس جائیں گے تو معذرت کرنے حاضر ہو جائیں گے اور مختلف بہانے کریں گے "حضور! ہم تو خادم ہیں بس فلاں مجبوری درمیان آگئی تھی"۔ اور جب ایمان کمزور ہو یہی حال ہوتا ہے جیسے آج بھی کوئی مصروفیت یا تھوڑی بہت بیماری ہی آجائے تو لوگ سب سے پہلے نماز کو خیر باد کہتے ہیں یعنی مصروفیات کا سب سے کمزور حصہ دین ہی ہے۔ مگر لوگوں کے سامنے یہ بات قبول کرنا پسند نہیں کرتے اور حیلے بہانے تراشتے رہتے ہیں تو آپ فرما دیجئے! کہ ہمیں تو اللہ نے تمہاری سب باتیں بتا دی ہیں۔ یہ صورت یقینی طور پر تو صرف وحی کے سبب تھی مگر دل کی بات دل کو پہنچ ضرور جاتی ہے۔ اگرچہ آپ ﷺ کے بعد کسی پر اپنے قیاس سے منافق ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ ہر شخص کو خود اپنے کردار سے اندازہ کر کے اپنی اصلاح کی فکر ضرور کرنا چاہیئے۔

تو فرما دیجئے! قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں۔ تمہارا کردار اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے ہے جیسے تم خود بھی جان رہے ہو اور اُسی کے مطابق فیصلے صادر ہوں گے اگر تمہیں توبہ نصیب ہو اور تم اپنی اصلاح کر لو تو کوئی منع نہیں کرتا۔ نہ کرو گے تو قسمیں فائدہ نہیں دیں گی کہ اگر دُنیا میں زیادہ باتیں بنا کر اپنی پردہ پوشی کر بھی لی تو آخر تمہیں اُس عظیم ذات کے رُوبرو کھڑے ہونا ہے جو ظاہر و غائب سب جانتا ہے جو تمہیں تمہاری ایک ایک بات اور ایک ایک عمل یاد دِلائے گا جس کا عِلم اِتنا مکمل ہے کہ تم خود کر کے بھول سکتے ہو مگر اُس کی نگاہ سے چھُپ سکتا ہے نہ اُسے بھول سکتا ہے۔

آپ کی واپسی پہ تو یہ اللہ کی قسمیں بھی کھائیں گے مگر مقصد صرف اپنی پردہ پوشی ہوگا کہ آپ اِن سے درگزر فرمائیں اور یہ سرِعام رُسوائی سے بچ سکیں۔ آپ بیشک اِن سے درگزر فرمائیں، اِس لئے کہ جب یہ قسمیں اٹھا رہے ہیں تو آپ کی شان سے بعید ہے کہ انکار فرمائیں، مگر اِن کا بھلا نہ ہوگا کہ یہ نجس اور ناپاک لوگ ہیں ان کے دلوں میں نجاست بھری ہے لہٰذا اِن کا ٹھکانہ جہنّم ہے اور یہی ان کے کردار کی پاداش ہے۔

شیخ کے ساتھ خلوص نہ ہو تو بظاہر خوش کرنے سے ترقی نصیب نہیں ہوتی

یہی حال شیخ کی برکات کا ہے کہ اگر کسی طالب میں خلوص اور اطاعت مفقود ہو تو بظاہر خوش رکھنے کے حیلے کر کے دھوکہ تو دے سکتا ہے مگر اُسے ترقی نصیب نہیں ہوتی اگر وقتی طور پر کچھ مراقبات نصیب بھی ہوں تو شیخ سے الگ ہوتے ہی ختم ہو جاتے ہیں اور انجام کار خالی ہاتھ ہی رہتا ہے۔

کہ ظاہری باتیں، حیلے اور قسمیں کھاتے ہیں کہ آپ ان سے خوش ہو جائیں۔ اگر چرب زبانی سے اور قسمیں کھا کھا کر آپ کو راضی بھی کر لیں تو بھی ایسے بدکار لوگوں سے اللہ راضی نہ ہوگا۔ حالانکہ رضائے رسول ﷺ بہت بڑا انعام ہے اور اسی پر اللہ کی رضا بھی مرتب ہوتی ہے مگر خلوص وہ بنیاد ہے جو اس ساری عمارت کو مضبوطی سے کھڑا کرتا ہے۔ اگر خلوص نہ ہو تو یہ رسول اللہ ﷺ کو دھوکا دینے والی بات بن جاتی ہے جو ایک بہت بڑا جرم ہے لہٰذا انہیں اللہ ج کی رضا نصیب نہ ہوگی کہ یہ اس کام کو کر کے بھی بدکار ہی ثابت ہو رہے ہیں۔

حدود اللہ سے واقف ہونا بھی خوش بختی کی علامت ہے

اور یہ حال تو اس طبقے کا ہے جو خود کو شہری یا پڑھا لکھا اور مہذب سمجھتا ہے۔ اس مزاج کے جو لوگ دیہات میں تعلیم سے محروم اور لوگوں سے دُور بستے ہیں وہ کفر و نفاق میں اور بھی سخت ہیں کہ پہلے طبقے نے اپنا پردہ رکھنے کو ہی سہی، کسی حد تک اسلام تو سیکھ رکھا ہے کہ نماز روزہ کیسے کیا جاتا ہے وہ اس سے بھی محروم ہیں اور انہیں اللہ کی حدود یعنی حلال و حرام کی بھی تمیز نہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب کتنی بڑی نعمت ہے اور اس میں کیا احکام درج ہیں۔ وہ اسی قابل ہیں کہ علم کی دولت سے محروم ہی رہیں تو یہ بات ثابت ہوئی کہ حدُود اللہ کو جاننا بھی اللہ کریم کا بہت بڑا انعام ہے اور ان سے بے خبر ہونا بدبختی کی علامت ہے ہر مسلمان کو کم از کم روزمرہ کے معمولات سے باخبر ہونا ضروری ہے۔ اللہ جل بہت بڑا جاننے والا ہے ہر متنفس کے ہر حال سے آگاہ ہے۔ بس اس کی اپنی حکمت ہے کہ نظام کائنات چل رہا ہے، اور لوگ کفر و نفاق کے باوجود بھی مہلت پا رہے ہیں۔ یہ دیہاتی تو ایسے بدنصیب ہیں کہ جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اسے اپنے دل میں تو تاوان ہی سمجھ رکھا ہے اور کبھی خوشی سے نہیں دیتے۔ ملک میں رہنا ہے لہٰذا مجبوری ہے کہ حکومت کا

ٹیکس جان کر ادا کرتے ہیں ورنہ یہ مسلمانوں پہ بُرے وقت اور زوال کے آنے کا انتظار کرتے ہیں یعنی دل سے چاہتے ہیں کہ اسلام کی حکومت نہ رہے اور یہی قانون آج کے اس مدعیٔ اسلام کا ہے جو نفاذِ اسلام کی راہ روکتا ہے۔ لیکن ان کا اپنا بُرا وقت تو ہے ہی یعنی اسلام قبول بھی نہیں، چھوڑ بھی نہیں سکتے اور خود تو مصیبت میں گرفتار ہیں۔ آئندہ اللہ کریم سننے اور جاننے والا ہے کہ کیا ہو گا مگر یہ تو فی الحال بھگت رہے ہیں۔

دُعائے رسُول ﷺ کی عظمت

یہ بھی ضروری نہیں کہ دیہات میں رہنے والے سب ہی محروم ہوں بات تو نیت کے کھرے پن اور خلوص کی ہے اگر صدقِ دل سے تمنا کی جائے تو جنگل کے ویرانوں میں بھی رہنمائی نصیب ہو سکتی ہے لہٰذا دیہات میں بھی ایسے لوگ یقیناً ہیں جو اللہ کی ذات پر اُس کی صفات پر اور آخرت پر پختہ یقین رکھتے ہیں اور اپنا مال اپنی ساری کوشش اللہ کی راہ میں جرمانہ سمجھ کر نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کے قرب کی تمنا میں صرف کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے دعا کی تمنا رکھتے ہیں۔ فرمایا: اے مخاطب! اچھی طرح سُن لے۔ جو لوگ صدق دل سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کر کے آپ کی خوشی اور دُعا کے طالب ہیں، اللہ کی قربت اُنہی کا حصہ ہے۔ دعا ہو تو بھی اور اگر دُعا نہ بھی فرمائی جائے، رسُول اللہ ﷺ کو کسی کے حال کی خبر نہ بھی ہو تو بھی اسے مقصود نصیب ہو کر رہتا ہے چہ جائیکہ آپ اس کے لئے ہاتھ بھی اٹھائیں۔ سبحان اللہ! کتنی واضح بات ہے کہ خلوص نہ ہو، پاس بیٹھ کر قسمیں کھا کر راضی کر بھی لو تو اللہ کی رضا نصیب نہ ہو گی اُلٹے دھوکہ دہی میں پکڑے جاؤ گے۔ لیکن دُور رہ کر بھی خواہ یہ دُوری زمانے کی ہو یا مکان کی۔ خلوص دل سے اپنے حبیب ﷺ کی دعا کے طالب ہو تو منزل تمہارا مقدر ہے۔ ایسے لوگوں سے تو لغزش بھی ہو جائے تو اللہ کی رحمت انھیں تھام لے گی اور اس کی بخشش انھیں اپنی آغوش میں لے لیگی کہ بلاشبہ وہ بخشنے والا بھی ہے اور رحم کرنے والا بھی۔

رکوع نمبر ۱۳ — آیات ۱۰۰ تا ۱۱۰ — یعتذرون ۱۱/۲

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ

جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کیساتھ اُن کی پیروی کی خدا اُن سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اس نے

100. And the first to lead the way, of the Muhâjirin[8] and the Anṣâr,[9] and those who followed them in goodness—Allah is well pleased with them and they are well pleased with Him, and He hath made ready

for them Gardens underneath which rivers flow, wherein they will abide for ever. That is the Supreme triumph.

101. And among those around you of the wandering Arabs there are hypocrites, and among the townspeople of Al-Madinah (there are some who) persist in hypocrisy whom thou (O Muhammad) knowest not. We, We know them, and We shall chastise them twice; then they will be relegated to a painful doom.

102. And (there are) others who have acknowledged their faults. They mixed a righteous action with another that was bad. It may be that Allah will relent toward them. Lo! Allah is Relenting, Merciful.

103. Take alms of their wealth, wherewith thou mayst purify them and mayst make them grow, and pray for them. Lo! thy prayer is an assuagement for them. Allah is Hearer, Knower.

104. Know they not that Allah is He Who accepteth repentance from His bondmen and taketh the alms, and that Allah is He Who is the Relenting, the Merciful.

105. And say (unto them): Act! Allah will behold your actions, and (so will) His messenger and the believers, and ye will be brought back to the Knower of the invisible and the visible, and He will tell you what ye used to do.

106. And (there are) others who await Allah's decree, whether He will punish them or will forgive them. Allah is Knower, Wise.

107. And as for those who chose a place of worship out of opposition and disbelief, and in order to cause dissent among the believers, and as an outpost for those who warred against Allah and His messenger aforetime, they will surely swear: We purposed naught save good. Allah beareth witness that they verily are liars.

108. Never stand (to pray) there. A place of worship which was founded upon duty (to Allah) from the first day is more worthy that thou shouldst stand (to pray) therein, wherein are men who love to purify themselves. Allah loveth the purifiers.

اُن کیلئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں (اور)
ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے (۱۰۰)
اور تمہارے گرد و نواح کے بعض دیہاتی منافق ہیں اور بعض
مدینے والے بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں تم انہیں نہیں جانتے
ہم جانتے ہیں۔ ہم اُن کو دوہرا عذاب دیں گے۔ پھر وہ بڑے
عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے (۱۰۱)
اور کچھ اور لوگ ہیں کہ اپنے گناہوں کا (صاف) اقرار
کرتے ہیں۔ انہوں نے اچھے اور بُرے عملوں کو ملا جُلا
دیا تھا۔ قریب ہے کہ خدا اُن پر مہربانی سے توجہ فرمائے۔
بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے (۱۰۲)
اُن کے مال میں سے زکوٰۃ قبول کرلو کہ اس سے تم ان کو (ظاہر میں)
بھی پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہو اور اُنکے حق میں دُعائے خیر
کرو کہ تمہاری دُعا اُنکے لئے موجبِ تسکین ہے اور خدا سننے والا اور جاننے والا ہے (۱۰۳)
کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ خدا ہی اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا
اور صدقات (و خیرات) لیتا ہے اور بے شک خدا ہی توبہ
قبول کرنے والا مہربان ہے (۱۰۴)
اور ان سے کہہ دو کہ عمل کئے جاؤ۔ خدا اور اسکا رسول اور
مومن (سب) تمہارے عملوں کو دیکھ لیں گے۔ اور تم غائب و
حاضر کے جاننے والے (خدائے واحد) کی طرف لوٹائے جاؤ گے
پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو وہ سب تم کو بتائے گا (۱۰۵)
اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا کام خدا کے حکم پر موقوف ہے چاہے اُن کو
عذاب دے اور چاہے معاف کر دے۔ اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے (۱۰۶)
اور (ان میں ایسے بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی
ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں
اور جو لوگ خدا اور اسکے رسول سے پہلے جنگ کر چکے ہیں
اُن کیلئے گھات کی جگہ بنائیں اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود
تو صرف بھلائی تھی مگر خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں (۱۰۷)
تم اس (مسجد) میں کبھی (جا کر) کھڑے بھی نہ ہونا البتہ وہ مسجد جس کی
بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس قابل ہے کہ
اس میں جایا (اور نماز پڑھایا) کرو اس میں ایسے لوگ ہیں
جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور خدا پاک رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے (۱۰۸)

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ
اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۰۰﴾
وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ
وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ
لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ
مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾
وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا
عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ
اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِیْمٌ ﴿۱۰۲﴾
خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ
وَتُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ
سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۰۳﴾
اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ
عَنْ عِبَادِهٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ
اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۴﴾
وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ
وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى
عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾
وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا یُعَذِّبُهُمْ
وَاِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۰۶﴾
وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا
وَّتَفْرِیْقًا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِرْصَادًا
لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ
وَلَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ
یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾
لَا تَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى
التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ
فِیْهِ ؕ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ؕ
وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾

وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ
عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ
جَهَنَّمَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾
لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ
قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١١٠﴾ ع ١٣

رضامندی پر رکھی وہ اچھا ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت
کی بنیاد گر جانے والی کھائی کے کنارے پر رکھی کہ وہ اسکو دوزخ
کی آگ میں لے گری اور خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ﴿١٠٩﴾
یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ انکے دلوں میں (موجب) خلجان
رہے گی اور ان کو متردد رکھے گی) مگر یہ کہ انکے دل پاش پاش
ہو جائیں۔ اور خدا جاننے والا حکمت والا ہے ﴿١١٠﴾

His good pleasure better, or he who founded his building on the brink of a crumbling, overhanging precipice so that it toppled with him into the fire of hell? Allah guideth not wrongdoing folk.

110. The building which they built will never cease to be a misgiving in their hearts unless their hearts be torn to pieces. Allah is Knower, Wise.

اسرار و معارف

سابقون الاوّلون

بلکہ تمام انسانیت پر سبقت لے جانے والے لوگ کہ بجز انبیا سب سے افضل ہیں۔ مسلمانوں کے دو گروہ ہیں ایک مہاجرین کا اور دوسرا انصار کا۔ مہاجرین کی تعیین خود نبی اکرم ﷺ نے فرما دی کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں لہٰذا فتح مکہ سے قبل جس قدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھر چھوڑ کر اللہ کی راہ میں نکلے اور آپ ﷺ کی اطاعت میں کمربستہ ہوئے، سب مہاجر ہیں۔ انصار۔ مدینہ منورہ کے اُن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فرمایا گیا جنہوں نے مہاجرین کو نہ صرف قبول کیا، جگہ دی، جائیدادیں اُن کے ساتھ بانٹ لیں بلکہ اُن کے شانہ بشانہ دادِ شجاعت دی اور اسلام کو غالب کرنے اور کفر کے مقابلہ میں سربکف رہے۔

اگرچہ علماء نے مختلف انداز سے تعین کی کوشش فرمائی ہے مگر سیدھا سادا معنیٰ یہی ہے اس کے علاوہ جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ہیں اگرچہ شرفِ صحابیت سے سب مزیّن ہیں اور سب کے لئے اللہ کی رضا اور جنّت کی بشارت قرآن کریم میں موجود ہے مگر اس آیہ کریمہ کے اعتبار سے وہ تیسری جماعت ہیں اور پھر تابعین یا قیامت تک آنے والے مسلمان اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اسی تیسری جماعت میں شامل ہیں یعنی مہاجر، انصار اور خلوصِ دل سے ان کے نقوشِ پا پہ چلنے والے۔ چوتھا کوئی گروہ ہے نہ جماعت اور نہ اس کا کوئی تصوّر۔

فنا فی الرسول ﷺ کی حقیقی کیفیت

یہ پہلی دو جماعتیں اس قدر برکات حاصل کر پائی ہیں کہ باقی سب اہلِ اسلام کے لئے خلوصِ قلب سے ان کی پیروی ہی نجات کا واحد راستہ ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ مطاع اور متبوع صرف نبی ہوتا ہے کہ نبی خطا سے پاک یعنی معصوم ہوتا

ہے اور صحابی کو یہ درجہ حاصل نہیں مگر آپ ﷺ کے صحابہؓ میں سے مہاجرین و انصار کو وہ برکاتِ نبوی نصیب ہوئیں کہ انھیں فنا فی الرسول ﷺ کا درجۂ کامل نصیب ہُوا جس کی خصوصیت یہ ہے کہ اپنی سوچ، اپنا ارادہ ہی نہ رہے۔ اور ساری سوچ ہی یہ ہو کہ نبی ﷺ کا ارشاد کیا ہے۔ بعض لوگوں نے سابقون الاوّلون کے بھی جو امام اور نبی ﷺ کے خلفاء تھے، اُن کی ذوات پر بھی اعتراض کئے ہیں مگر وہ ان کی حیثیت بھول کر شیعہ مؤرخوں کی روایات پہ تکیہ کر کے اعتراض کرتے ہیں جن کی بات کتاب اللہ کے ارشادات کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی نیز تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جنّتی ہونا اور اللہ کی رضا کو پالینا قرآنِ کریم سے ثابت ہے۔ لہٰذا ان کی عظمت اور اس درجے کا انکار کتاب اللہ کا انکار ہے جو صریح کفر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی قرآن کے مثالی مسلمان ہیں لہٰذا تینوں جماعتیں جو اللہ کی رضا کو پانے والی ہیں ان میں سابقین مہاجر اور انصار بھی اور ان کا اتباع خلوصِ دل سے کرنے والے بھی۔ پھر قیامت تک کی انسانیت کے لئے ضروری ہے کہ خود کو اس تیسرے گروہ میں اپنی حیثیت کے مطابق داخل کرے یعنی عقیدہ اُن جیسا ہو، عمل اُنہی جیسا ہو اور خلوصِ دل سے ہو کہ شرط ہے۔ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ جن لوگوں نے خلوصِ قلب کے ساتھ ان کی پیروی کر لی۔ یہاں کچھ لوگ سوال کرتے ہیں کہ بعض صحابہؓ سے واقعی قصور بھی ہوئے تو کیا غلطی میں بھی ان کا اتباع کیا جائے گا۔ مگر یہ سوال ہی بیجا ہے کہ صحابہؓ سے اگر لغزش ہوئی تو اللہ کی عطا سے وہ کبھی لغزش پر قائم نہیں رہے بلکہ اُن کی توبہ بھی مثالی ہے جس کی متعدد روایات موجود ہیں لہٰذا ایسے امور میں اُن کا طریقِ توبہ لائقِ اتباع ہے اور یہی ارشاد کتاب اللہ میں بھی ہے کہ مومن سے خطا ہو جائے تو توبہ کرتا ہے اسے ہمیشہ کے لئے نہیں اپناتا۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ خلوص سے ان کی پیروی کرنے والوں کو اللہ کی رضا نصیب ہو گی اور اتنے انعامات کہ وہ بھی اپنے ربّ سے راضی ہوں گے یعنی حاجتِ طلب ختم ہو جائے گی نیز اَعَدَّ لَهُمْ انہی کے لئے تو جنّت بسائی گئی ہے جس کے نیچے نہریں رواں ہیں اور جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی میدانِ حیات اور عالمِ آب و گل سے کامیاب و کامران نکلنے کی دلیل ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

آپ ﷺ کے زمانہ میں منافقین کا اظہار کر دیا گیا تھا

یاد رہے جب جماعتیں ترقی کرتی ہیں اور اُن میں دُنیاوی منافع حاصل کرنے کی

صلاحیت پیدا ہوتی ہے تو منافقین کا گروہ بھی بظاہر اپنے کو مخلص ظاہر کر کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مکی عہدِ نبوت میں کوئی منافق ساتھ شامل نہ ہوا کہ وہاں قربانیاں دینے کا معاملہ تھا مگر مدنی عہد میں صورت بدل گئی اور اسلام کی ریاست کی بنیاد پڑی جس سے دنیا کے مفاد کی امیدیں وابستہ کر کے ایک گروہ مسلمان کہلانے لگا۔ اُن کی غرض صرف دُنیاوی مفاد کا حصول تھا ورنہ دل سے مسلمان نہ تھے۔ لہٰذا ارشاد ہوا کہ اکثر منافقین تو گنوار اور دیہاتی ہیں جن کے شعور ہی ناپختہ اور عقل ہی نارسا ہے۔ وہ دین جیسی عظیم نعمت کی قدر ہی نہیں جان سکے اور بعض مدینہ کے رہنے والے بھی اپنی سیاہ بختی کے باعث نفاق پر اڑے ہوتے ہیں۔ اگرچہ آپ انھیں نہ جانتے ہوں یا آپ کو دھوکا دینے کا کتنا بھی سامان کرلیں اللہ کو تو دھوکا نہیں دے سکتے، ہم تو انھیں خوب پہچانتے ہیں اور ہم انھیں دو بار عذاب دیں گے کہ دُنیا میں ناکام و نامراد بھی رہیں گے اور نفاق بھی ظاہر ہو کر باعث رُسوائی ہوگا۔ چنانچہ عہدِ نبویؐ میں منافقین کا اظہار اللہ کی طرف سے کر دیا گیا تھا کہ آپ ﷺ کو ان کے جنازے پڑھنے سے روک دیا گیا تو یقیناً یہ بھی بتا دیا ہوگا کہ وہ کون کون لوگ ہیں اور پھر دُنیا کا شدید عذاب' قلبی بے چینی اور اضطرابِ باطنی ہے جس سے وہ ساری عمر دوچار رہے جب قبر میں داخل ہوں گے تو اس سے شدید عذاب برزخ کا اُن پر مسلّط ہو جائے گا اور جب قیامت قائم ہوگی تو پھر جہنّم کے بہت بڑے عذاب میں دھکیل دیئے جائیں گے، لہٰذا یہ ڈھکے چھپے لوگ نہ تھے اور عہدِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہ دین و دُنیا کے اعتبار سے رُسوا ہی رہے۔ اب بھی نفاق کی یہ سزا بدستور ہے کہ نہ اسے قرار نصیب ہوتا ہے نہ وقار، خواہ حکومت بھی مِل جائے اور یہ حکومت کا ملنا عام مسلمانوں کی عملی زندگی میں کمزوری کے باعث ہے اگر عامۃ المسلمین خود کو آج بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقشِ قدم پر چلا سکیں تو کبھی کوئی منافق اُن پر مسلّط نہ ہو سکے۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو مخلص تھے مگر عمل منافقوں جیسا سرزد ہوا کہ جہاد پر یا غزوۂ تبوک میں آپ کے ساتھ نہ گئے۔ چار قسم کے لوگوں کا تذکرہ ہے ایسے جو پہلی آواز پر لبیک کہہ کر تیار ہو گئے، دوسرے جو کسی قدر متردّد تو ہوئے مگر اللہ نے ہمت دی اور تیار ہو گئے، تیسرے جو مسلمان نہ تھے منافق تھے اور بلا جواز عذر معذرت کر کے گھر بیٹھ رہے۔ چوتھے جو واقعی معذور تھے اور جا نہ سکتے تھے ان سب کے علاوہ ایک پانچویں قسم بھی تھی کہ جو جا سکتے تھے جانی اور مالی اعتبار سے کوئی عذر نہ تھا محض سُستی کی وجہ سے نہ گئے یا منافقین کے بہکانے سے شامل نہ ہو سکے مگر

انھیں فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوگیا اور نادم ہو کر حاضرِ خدمت ہو گئے بلکہ بعض نے تو خود کو مسجد نبوی ؐ کے ستونوں سے باندھ دیا کہ جب تک اللہ کریم معاف نہیں کریں گے ہم خود کو نہیں کھولیں گے۔ جب آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو فرمایا: اب انھیں اللہ ہی کے حکم سے کھولا جائے گا میں بھی نہیں کھولوں گا۔ تین حضرات ایسے بھی تھے جنہوں نے خود کو باندھا تو نہیں مگر اپنے کیے پر سخت نادم تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے مقاطعہ کا حکم دیا چنانچہ کوئی ان سے بات تک نہ کرتا تھا۔ حتیٰ کہ بیویاں تک الگ ہوگئیں کوئی کھانا پکا کر بھی نہ دیتا تو یہ حکم نازل ہوا۔ چنانچہ سب کی توبہ قبول ہوئی، بندھے ہوئے بھی کھول دیئے گئے اور قطع تعلق بھی ختم کر دیا گیا کہ ان لوگوں کی نیکیاں بھی تھیں مثلاً اس سے قبل کے تمام امور میں خلوصِ دل سے حاضر اور شامل رہے اور غلطی بھی تھی کہ تبوک کے سفر میں کوتاہی کی، اور حاضری نہ دی مگر انھوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا اور نادم ہو کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا کہ اللہ کریم ان کی توبہ قبول فرمائیں گے کہ کون ہے جس کے دروازے پہ گناہ گار جائیں۔ صرف اُسی کی شان ہے کہ وہ معاف کرنے اور بخشنے والا بھی ہے اور رحم کرنے والا بھی۔

آپ ان کے اموال سے صدقہ بھی لیجیے کہ قبولِ توبہ پر انھوں نے اپنا سارا سارا مال صدقہ میں حاضر کر دیا تھا کہ اسی مال کی مصروفیات نے ہمیں روک لیا تھا مگر جب یہ حکم نازل ہوا تو آپ ﷺ نے تیسرا حصہ مال قبول فرمایا کہ خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً ۔ یعنی مال کا کچھ حصہ قبول فرمائیے۔

صدقات وصول کرنا مسلمان حاکم کی ذمہ داری ہے

تاکہ انھیں درست مصارف پہ خرچ بھی کر سکے

علماء کا ارشاد ہے کہ نزولِ خاص ہونے کے باوجود حکم عام ہے ہمیشہ کے لیے، خطا کار مسلمان کے لیے توبہ کا دروازہ بھی کھلا ہے بلکہ اس آیہ کریمہ نے تو گناہگاروں کو بخشش لوٹنے کا موقع بخشا ہے اور ساتھ یہ حکم بھی مسلمان حکمرانوں کے لیے عام ہے کہ زکوٰۃ و صدقات وصول کر کے انھیں ان کے صحیح مصارف پہ خرچ کرنے کا اہتمام کریں۔ یہی وجہ ہے کہ منکرینِ زکوٰۃ سے جہاد کیا گیا، اگرچہ ان میں بھی دو طرح کے لوگ تھے بعض تو انکار کر کے مرتد ہو گئے مگر ایک طبقہ ایسا بھی تھا جس نے یہی حیلہ تلاش کیا کہ یہ حکم نبی اکرم ﷺ سے خاص تھا اُنؐ کے بعد ہم حکومت یا امیر کو زکوٰۃ نہ دیں گے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

بھی یہی خیال فرمایا اور پیش کیا کہ یہ انکار نہیں کرتے ایک آیت کے مفہوم میں اختلاف کرتے ہیں لہٰذا ان سے کفار اور مرتدوں کا سلوک نہ کیا جائے مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ کل کو یہ دلیل یہی لوگ نماز کے حق میں بھی اختیار کریں گے کہ آپ ﷺ کے عہد میں تھی۔ اب ضرورت نہیں جبکہ اکثر جگہ نماز اور زکوٰۃ کا حکم یکجا ہے اسلئے جو اُن میں فرق کرے گا اس سے جہاد کیا جائے گا لہٰذا خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ پر پہلا اجماع ہے اور منکرینِ زکوٰۃ سے جہاد پر دوسرا اجماعِ اُمت منعقد ہوا۔ چنانچہ ارشاد ہُوا کہ آپ ﷺ کا ان سے صدقاتِ واجبہ و نافلہ وصُول کرنا ان کے لئے تزکیہ اور پاکیزگیٔ مال کا سبب ہوگا یعنی ان کے دل بھی کدورت یا ابہام چھوٹ جانے سے منوّر ہو جائیں گے اور مال میں برکت بھی ہوگی اور آپ ان کے حق میں دُعا بھی فرمایئے۔

بزرگوں کی دُعا کا اثر

اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ نیک لوگوں کی خدمت کرنے سے مال بڑھتا ہے اور ان کی دعا کی برکات بھی دو عالم میں فلاح کا سبب ہیں۔ اگرچہ کسی بزرگ کو زیبا نہیں کہ لوگوں سے کچھ لینے کی امید پہ رہے بلکہ بلاامتیاز سب کی تربیت اس کا فریضہ ہے مگر مال سے خدمت کرنا، یہ استفادہ کرنے والوں پہ ہے کہ خود خیال رکھیں۔ نیز ایسا کرنے سے دُنیا و آخرت کی بہتری ہاتھ آتی ہے۔ ایسے ہی شیخ پر بھی اور مسلمان حاکم پر بھی بعض کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک مستحب ہے کہ رعایا یا مستفید ہونے والے لوگوں کے حق میں دعائے خاص کیا کرے۔ کہ آپ ﷺ کی دعا ہی آپ کے غلاموں کے حق میں سکینہ یا تسکینِ قلب ہے اور اللہ کریم تو سب کی سنتے بھی ہیں اور جانتے بھی ہیں یعنی دُعا سے ربّ العزت کو یاد دِلانا مقصود نہیں ہوتا، اپنی قلبی رضامندی کا مظہر ہوتی ہے اور آپ ﷺ کی خوشنودی ہی دو عالم کی فلاح کی سند ہے۔

لوگوں کو یہ یقیناً جان لینا چاہیئے کہ اللہ ہی وہ ذات ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اُسی نے یہ قاعدہ مقرر فرمایا ہے کہ مالدار اپنے مال سے صدقہ دے یعنی وہی صدقات وصول کرتا ہے صرف اس لئے کہ بندے کے عمل سے ظاہر ہو جائے کہ مال کا اصل مالک تو اللہ کریم ہی ہے بندے کے پاس چند روز کے لئے ہے تو اللہ ہی کے حکم کے مطابق خرچ بھی کرنا ہے لہٰذا اسے تاوان یا بوجھ سمجھنا یا دین پر طعن کہ مسلمانوں پہ بھی جزیہ کی مانند ٹیکس لگ گیا ہرگز درست نہیں۔ نیز آپ ﷺ کی دُعا جو آپ کی اطاعت پہ ہی نصیب ہو سکتی ہے

وہ حقیقی تسلّی اور تسکین کا باعث ہے ظاہراً بھی اور باطناً بھی، اِس عالم میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور شانِ باری ہے کہ غلطی یا قصور پر ندامت ہو تو اسے قبول فرماتا ہے کہ یہی اُس کی شان کو زیبا ہے۔

نیز اصل امتحان تو عملی زندگی ہی ہے آپ فرما دیجئے کہ زبانی صفائی دینے پہ زور نہ رکھیں، عمل کریں جو دلی کیفیات کے اظہار کا سبب ہے۔ اللہ کریم تو ہر حال سے واقف ہے ہی، اللہ کا رسول ﷺ اور رسول اللہ ﷺ کے تابعدار یعنی ایماندار بندے بھی تو تمھاری عملی زندگی کو دیکھیں۔

نیک لوگوں کا گمان بھی اپنا اثر رکھتا ہے

یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نیک لوگوں کا کسی کو نیک جاننا بھی اس کی عملی زندگی کی بہت بڑی شہادت ہے اور ان احادیث مبارکہ کی وضاحت ہو جاتی ہے جن کا مفہوم ہے کہ چالیس مومن کسی کے جنازے میں شامل ہوں تو نجات کے لِئے کافی ہے یا یہ کہ مرنے والے کے محاسن اور اچھائیاں بیان کیا کرو کہ تمھاری بات اس کے حق میں شہادت اور گواہی کا درجہ رکھتی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کا اکرام اور ان سے بہتر تعلقات بھی عملی زندگی کا بہت اہم حصّہ ہیں اور معاملہ تو پلٹ کر اُسی ذات کے رُوبرو جائے گا جو ظاہر، باطن، حاضر، غائب سب جانتا ہے اور اگر کرنے والا بعض کوتاہیوں کو فراموش بھی کر چکا ہو گا تو وہ اُسے یاد دِلا دے گا یعنی اسے کسی کی گواہی کی ضرورت نہیں اس کے بغیر وہ سب کچھ جانتا ہے مگر ایسا کریم ہے کہ ایماندار لوگ جسے اچھا کہہ دیں۔ واقعہ میں ایسا نہ بھی ہو تو ان کی بات رکھنے کو بھی اسے معاف کر دے گا۔

مسجدِ ضرار کا قصّہ

عمل کی بنیاد تو نیّت پر ہے اگر نیّت صاف نہ ہو تو بظاہر نیک نظر آنے والا عمل بھی نہ صرف یہ کہ مقبول نہیں ہوتا بلکہ دنیا میں بھی ذِلّت و رسوائی کا سبب بنتا ہے اور آخرت میں تو یقیناً ہے۔ جیسے کچھ لوگوں نے مسجد بنائی مگر درحقیقت وہ مسجد کے نام پر ایسا مرکز چاہتے تھے کہ جِس میں جمع ہو کر مسلمانوں کے خلاف منصوبہ بندی کر سکیں یا اسلحہ وغیرہ اس میں رکھ سکیں تاکہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں۔ اس کا واقعہ ایسے پیش آیا کہ مشہور صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جن کو ملائکہ نے غسل دیا تھا لہٰذا غسیلِ ملائکہ مشہور ہوئے، کا والد ابو عامر زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گیا تھا، آپ ﷺ کی تشریف آوری پر حاضرِ خدمت بھی ہوا مگر بد نصیب کے دل میں برکاتِ نبوت کو جگہ نہ ملی اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ میں آپ کی مخالفت ہی کروں گا

چنانچہ ہر حال میں اور ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہا۔ اور فتح مکہ کے بعد بھاگ کر شام چلا گیا اور قیصر کو مدینہ منوّرہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دینے میں اس کا بھی دخل تھا اِسی سلسلہ میں اس نے منافقینِ مدینہ کو پیغام دیا کہ کوئی منظم گروہ اور مرکز بناؤ جو قیصر کی حملہ آور فوجوں کی اندر سے بھی مدد کرے چنانچہ انھوں نے قبا میں جہاں اسلام کی پہلی مسجد جس میں ہجرت کے وقت آپ ﷺ نے قیام فرمایا تھا موجود تھی، ایک اور مکان کی بنیاد رکھی جسے مسجد ظاہر کیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے کہ بستی میں صرف ایک مسجد تھی لوگوں کو تکلیف تھی، بوڑھے اور بیمار پہنچ نہیں پاتے تھے لہٰذا ہم نے دوسری مسجد بنائی ہے۔ آپ اس میں ایک نماز پڑھا دیجیے کہ برکت ہو۔ آپ ﷺ تبوک کی تیاری فرما رہے تھے لیکن فرمایا واپسی پہ دیکھیں گے مگر واپسی سے پہلے یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے اپنے چند خدّام کو بھیج کر اِسے تباہ کرا دیا، مکان گرا کر سامان نذرِ آتش کر دیا گیا اور یوں وہ ناکام ہو کر بدنام بھی ہوئے۔

یہ اِسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ نام کو تو انھوں نے مسجد بنائی مگر نیت کیا تھی؟ مسلمانوں کو تکلیف دینا۔ ان میں تفریق پیدا کرنے کے لِئے کوشش کرنا اور اللہ اور اللہ کے رسُول ﷺ کے اُن دشمنوں کو، جو عملاً لڑ رہے ہیں، اس میں چھُپنے کی جگہ دینا۔ اندر تو یہ کچھ ہے مگر قسمیں کھاتے پھر رہے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو دین کی خدمت اور نیکی کرنے کا ہے مگر اللہ گواہ ہے کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ لہٰذا آپ کبھی اس میں قدم رنجہ نہ فرمائیے۔

خلافِ اسلام استعمال ہونے والی زمین کی نحوست

جہاں اسلام کے خلاف اقدام کرنے کا منصوبہ بنا، اس مکان کی نحوست سے وہ زمین بھی متاثر ہوئی چنانچہ آپ ﷺ کی اجازت سے ایک غریب صحابیؓ نے وہاں مکان بنایا تو اولاد سے محرُوم رہے، یا ہوئی نہیں اگر ہوئی تو زندہ نہ رہی بلکہ کہا یہ جاتا ہے کہ وہاں کبھی کسی جانور نے بھی بسنے کی کوشش نہیں کی نہ کسی پرندے نے انڈے بچے دیئے۔ چنانچہ مسجدِ قبا کے مقابل اب تک وہ جگہ خالی ہی پڑی ہے۔ ایسی منحوس جگہ پر آپ ﷺ کو قدم رکھنے سے روک دیا گیا لہٰذا آپ ﷺ کا کسی جگہ قدم رنجہ فرمانا بھی اس مکان کی مقبولیت کا باعث ہے تو روضۂ اطہر کی شان کیا ہو گی جو پہلے سے جنّت کی زمین پر ہے پھر کیا مقام ہو گا، ان غلاموں کا جو پہلوئے اطہر میں آسودہ ہیں۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ۔

مسجدِ ضرار کسے کہا جائے گا؟

چنانچہ آج بھی کوئی مسجد اس نیت سے بنائی جائے جس میں مذکورہ تین باتیں پائی جائیں، اوّل اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے، دوم مسلمانوں میں اختلافات بڑھانے کے لئے اور تیسرے مسلمانوں کے دشمنوں کو پناہ دینے کے لئے۔ تو وہ اسی مسجدِ ضرار کا حکم رکھتی ہے۔ اگر ایک آدھ بات جو اکثر مساجد میں ہے کہ محض مسلمانوں کو الگ الگ کرنے کے لئے اور کسی مسجد کی رونق کم کرنے کے لئے بنائی جائے تو مسجدِ ضرار نہ ہوگی۔ ہاں بنانا گناہِ عظیم ہے اور حکومت کا کام ہے ایسے امور کا تدارک کرے اور ایسی تعمیر روک دے مگر اسے مسجد ہی کہا جائے گا اور نماز جائز ہوگی یہ بات بات پہ مسجدِ ضرار کا حکم لگا دینا درست نہیں، نیز ایسے حضرات کو بھی تنبیہ ہے جو مسلمانوں میں گروہ بندی کو ہوا دیتے ہیں یہ منافقوں کا کام ہے۔

اسی کے مقابل جو مسجد پہلے سے موجود ہے اور جو پہلے دن سے تقویٰ پہ استوار ہوئی وہ اس بات کی بہت زیادہ مستحق ہے کہ آپؐ اس میں قیام فرمائیں اور نمازیں ادا کریں جس کے نمازی ظاہراً و باطناً پاکیزہ رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ بھی پاکیزہ رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھا کہ تم کونسی پاکیزگی کا اہتمام کرتے ہو جس کے بارے میں اللہ کا ارشاد نازل ہوا تو انھوں نے عرض کیا کہ ہم رفعِ حاجت کے بعد پانی سے طہارت کرتے ہیں۔

نیک بندوں کے اثرات

لہٰذا جہاں طہارت مطلوب ہو، وضو کی بات نہ ہو تو یہ عمل کافی سمجھا جائے گا۔ نیز نیک لوگوں کی نہ صرف صحبت بابرکت ہوتی ہے بلکہ جس مسجد میں نماز ادا کریں اس کے دُوسرے نمازیوں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے کہ نمازمیں تو ہر شخص کی اپنی کیفیات ہوتی ہیں۔ ان کے مطابق نزولِ برکات ہوتا ہے لہٰذا جتنے بلند منصب کا انسان ہو گا اتنی برکات زیادہ ہوں گی اور اسی قدر سب کو فائدہ بھی ہوگا اور یہ اندازہ تو انسان خود بھی کر سکتا ہے کہ بھلا جس عمارت کی بنیاد ہی نیکی اور تقویٰ پر ہو اور جس سے مقصد ہی اللہ کی رضا حاصل کرنا ہو وہ بہتر ہے یا ایسا مکان جو کنارِ جہنّم بنایا جائے جو اپنے مکینوں سمیت دوزخ میں جا گرے وہ یقیناً پہلا ہی بہت بہتر ہے مگر بعض گناہ قلبی استعداد کو تباہ کر دیتے ہیں۔ لہٰذا بدکار اور ظالم ایسی سیدھی بات سمجھنے سے بھی محروم رہتے ہیں۔

اِسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کا وبال

اور گناہ کا اثر، یا بعض گناہوں کا اثر تو اِتنا شدید ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے یہ حرکت کی اس کا اثر ان کے دلوں میں ہمیشہ رہے گا حتیٰ کہ قلوب پھٹ جائیں گے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے مگر ان سے شبہ اور شک کی بیماری نہ جائے گی یعنی عملاً گناہگار ہونا مگر اسلام کی مخالفت نہ کرنا بلکہ اپنے کو گناہگار سمجھنا الگ بات ہے اور عملاً اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کرنا، اِتنا شدید جُرم ہے کہ دل میں منافقت گھر کر جاتی ہے جو کبھی وہاں سے نِکلنے کا نام نہیں لیتی ٹکڑے ہو کر بِکھر جائیں گے تو بھی ان میں منافقت کی بُو رچی ہوئی ہو گی کہ یہ بات اللہ کریم بتا رہے ہیں جو سب کچھ جانتے ہیں اور حکیم و دانا ہیں ۔

رکوع نمبر ۱۴   آیات ۱۱۱ تا ۱۱۸   یعتذرون ۱۱ ۳

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ
وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ
فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۟ وَعْدًا
عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰٮةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ
وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا
بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾
اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ
الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ
اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾
مَا كَانَ لِلنَّبِىِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا
لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِىْ قُرْبٰى مِنْۢ
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾
وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا
عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ

خدا نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال خرید لئے
ہیں اور اسکے عوض میں اُنکے لئے بہشت (تیار کی) ہے۔ یہ
لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے
جاتے بھی ہیں۔ یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے
جس کا پُورا کرنا اُسے ضرور ہے۔ اور خدا سے زیادہ وعدہ پورا
کرنے والا کون ہے؟ تو جو سودا تم نے اُس سے کیا ہے اُس
سے خوش رہو۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے ﴿۱۱۱﴾
توبہ کرنیوالے۔ عبادت کرنیوالے۔ حمد کرنیوالے۔ روزہ رکھنے والے۔
رکوع کرنیوالے۔ سجدہ کرنیوالے۔ نیک کاموں کا امر کرنیوالے۔
بُری باتوں سے منع کرنیوالے۔ خدا کی حدوں کی حفاظت کرنیوالے
(یہی مومن لوگ ہیں) اور اے پیغمبر مومنوں کو بہشت کی خوشخبری سنا دو ﴿۱۱۲﴾
پیغمبر اور مسلمانوں کو شایاں نہیں کہ جب اُن پر ظاہر ہو گیا
کہ مشرک اہلِ دوزخ ہیں تو اُن کے لئے بخشش مانگیں۔
گو وہ اُن کے قرابت دار ہی ہوں ﴿۱۱۳﴾
اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لئے بخشش مانگنا تو ایک وعدے
کے سبب تھا جو وہ اُس سے کر چکے تھے لیکن جب ان کو

111. Lo! Allah hath bought from the believers their lives and their wealth because the Garden will be theirs: they shall fight in the way of Allah and shall slay and be slain. It is a promise which is binding on Him in the Torah and the Gospel and the Qur'ân. Who fulfilleth the covenant better than Allah? Rejoice then in your bargain that ye have made, for that is the Supreme triumph.

112. (Triumphant) are those who turn repentant (to Allah), those who serve (Him), those who praise (Him), those who fast, those who bow down, those who fall prostrate (in worship), those who enjoin the right and who forbid the wrong and those who keep the limits (ordained) of Allah—And give glad tiding to believers!

113. It is not for the Prophet, and those who believe, to pray for the forgiveness of idolaters even though they may be near of kin (to them) after it hath become clear that they are people of hell-fire.

114. The prayer of Abraham for the forgiveness of his father was only because of a promise he had promised him, but when it had become clear

لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ
اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۱۴﴾
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ
هَدٰىهُمْ حَتّٰى یُبَیِّنَ لَهُمْ مَّا یَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۱۵﴾

معلوم ہوگیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہوگئے
کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بڑے نرم دل اور متحمل تھے ﴿۱۱۴﴾
اور خدا ایسا نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد
گمراہ کردے جب تک ان کو وہ چیز نہ بتادے جس سے وہ
پرہیز کریں۔ بے شک خدا ہر چیز سے واقف ہے ﴿۱۱۵﴾

unto him that he (his father) was an enemy to Allah he (Abraham) disowned him. Lo! Abraham was soft of heart, long-suffering.

115. It was never Allah's (part) that He should send a folk astray after He had guided them until He had made clear unto them what they should avoid. Lo! Allah is Aware of all things.

اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۱۶﴾

خدا ہی ہے جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت
ہے۔ وہی زندگانی بخشتا اور (وہی) موت دیتا ہے اور
خدا کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے ﴿۱۱۶﴾

116. Lo! Allah! Unto Him belongeth the sovereignty of the heavens and the earth. He quickeneth and He giveth death. And ye have, instead of Allah, no protecting friend nor helper.

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِیْنَ
وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ
الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ
فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّهٗ
بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱۷﴾

بے شک خدا نے پیغمبر پر مہربانی کی اور مہاجرین اور انصار
پر جو باوجود اس کے کہ ان میں سے بعضوں کے دل جلد
پھر جانے کو تھے مشکل کی گھڑی میں پیغمبر کے ساتھ رہے۔
پھر خدا نے اُن پر مہربانی فرمائی۔ بیشک وہ اُن پر نہایت
شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے ﴿۱۱۷﴾

117. Allah hath turned in mercy to the Prophet, and to the Muhâjirîn and the Anşâr[10] who followed him in the hour of hardship. After the hearts of a party of them had almost swerved aside, then turned He unto them in mercy. Lo! He is Full of Pity, Merciful for them.

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا
ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ
ضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا
مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ
ع ۲ لِیَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۱۸﴾

اور اُن تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا۔ یہاں
تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے اُن پر تنگ ہوگئی اور
اُن کی جانیں بھی اُن پر دوبھر ہوگئیں اور انہوں نے جان لیا
کہ خدا (کے ہاتھ) سے خود اُسکے سوا کوئی پناہ نہیں پھر خدا نے ان پر
مہربانی کی تاکہ توبہ کریں۔ بیشک خدا توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے ﴿۱۱۸﴾

118. And to the three also (did He turn in mercy) who were left behind, when the earth, vast as it is, was straitened for them, and their own souls were straitened for them till they bethought them that there is no refuge from Allah save toward Him. Then turned He unto them in mercy that they (too) might turn (repentant unto Him).[11] Lo! Allah! He is the Relenting, the Merciful.

اسرار و معارف

رہے مومن تو اُن کا اپنا کچھ ہے ہی نہیں وہ تو اپنی جان، اپنا مال بیچ چکے اور اللہ جلّ نے خرید لیا ہے اُن سے اور اس کی قیمت بھی طے ہوگئی۔ اللہ کی جنّت جو اس کی رضا کا مظہر ہے۔

مفسرینِ کرام کے مطابق یہ آیہ کریمہ بیعتِ عقبہ والے صحابہؓ اور صحابیاتؓ کے حق میں نازل ہوئی۔ بیعتِ عقبہ منیٰ میں حج کے موقع پر مدینہ منوّرہ سے آکر ستّر کے قریب مرد و خواتین نے اس شرط پر کی تھی کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے اور رسول اللہ ﷺ کی حفاظت اپنی جانوں اور مال و اولاد سے بڑھ کر کریں گے یہ مفصّل قصہ

سیرت و تاریخ میں بھی اور تفاسیر میں بھی سند کے ساتھ موجود ہے۔ مگر معنیٰ عام ہے اور ایمان کی کیفیت و تفصیل نہایت خوبصورتی سے بیان کرتا ہے۔

ایمان کی حقیقت اور ایمان کے اثرات عملی زندگی پر

ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ ایمان لانے والا شخص اپنی جان، اپنا مال بیچ دیتا ہے

اور اللہ سے جنّت خرید لیتا ہے جنّت جو اللہ کے قرب کا مقام بھی ہے اور اس کی رضامندی کی سند بھی۔ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عجیب سودا ہے سب کچھ اپنی طرف سے عطا فرمایا اور پھر مزید نعمتیں دے کر اسے خرید فرما لیا انسان کے پلے سے تو کچھ بھی نہ گیا کہ اس کا اپنا تھا ہی کچھ نہیں چنانچہ اس کیفیت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، کفّار سے لڑتے ہیں۔ ان کو مارتے ہیں یا خود مرتے ہیں، انھیں اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ مال کا نقصان ہو یا جان جائے وہ سب کچھ پہلے ہی بیچ چکے جس ہستی نے خریدا ہے اس کا حکم ہے کہ یہاں لُٹا دو تو لُٹ جائے، اُن کا اس میں کیا ہے یہ سوداگری پہلی بار نہیں بلکہ پہلی اُمتوں میں بھی ہوتی رہی جس کا ثبوت پہلی کتابوں سے ہوتا ہے کہ یہ کھرا وعدہ تورات و انجیل میں بھی تھا اور قرآن حکیم میں بھی موجود ہے۔ اب یہ فریقِ ثانی پر یعنی بندے پر موقوف ہے کہ اللہ جلّ سے کئے گئے اس سودے کو کس حد تک پورا کرتا ہے اگر جان و مال اللہ کا ہے تو اس کی نافرمانی کر کے مال بڑھانے کی ضرورت نہیں رہتی اگر جان اس کے ہاتھ بیچ دی تو حرام کھانے یا فعلِ حرام کرنے یا خواہشاتِ نفس کی تکمیل کے لئے اللہ کی نافرمانی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اگر کوئی بندہ ایمان قبول کرنے کے بعد ان باتوں میں ملوّث ہوتا ہے تو گو وہ اپنے سودے سے پھر رہا ہے اس کی بات الگ ہے مگر ایسے عالی ہمّت لوگ جو اس سودے کو نباہتے ہیں اور اپنے قول کا پاس رکھتے ہیں اُنھیں یہ سودا مبارک ہو کہ اگر وہ اپنے پورے خلوص سے اسے نباہ رہے ہیں تو اللہ کریم اس سے ہرگز نہ پھریں گے بلکہ اللہ کی جنّت اب ان کی ہو گئی اور یہ معمولی بات نہیں، بہت بڑی کامیابی ہے۔

میدانِ جنگ میں تو بعض اوقات ایسے لوگ بھی کود پڑتے ہیں جو عملی زندگی میں بھلے نہیں ہوتے کہ یہ ایک جذباتی لمحہ ہوتا ہے اور لوگ جذبات سے مغلوب ہو کر ٹکرا سکتے ہیں مگر جو جذبات میں بہہ کر نہیں، کمالِ ایمان کے سبب جہاد کرتے ہیں ان کی عملی زندگی میدانِ جہاد سے باہر بھی بدل جاتی ہے وہ ہمیشہ توبہ کرنے والے ہوتے ہیں

اور بار بار اللہ سے طلب مغفرت اور اپنی دیدہ و نا دیدہ لغزشوں کی معافی طلب کرتے رہتے ہیں اللہ کی عبادت کرنے والے ہوتے ہیں اور ہر حال میں اللہ کا شکر بجا لانے والے ہوتے ہیں۔ یہ دیکھا گیا ہے اکثر بے عمل افراد کو اللہ سے شکایت ہی رہتی ہے اور شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنی تکالیف ہی گنواتے رہتے ہیں مگر ایمان مضبوط ہو تو ہر حال میں شکر کی توفیق نصیب ہوتی ہے عبادات کو صرف پورا ہی نہیں کرتے، رکوع و سجود کی لذتوں سے آشنا ہوتے ہیں اور فضولیات سے اجتناب کرتے ہیں۔ نیز نیکی کا حکم کرتے ہیں یعنی نیکی کو پھیلانے میں اپنی کوشش صرف کرتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں۔ غرض اللہ کی قائم کردہ حدُود کے پاسبان بن جاتے ہیں نہ صرف یہ کہ خود نہیں توڑتے حتی الامکان کسی دوسرے کو بھی ان حدُود سے متجاوز نہیں ہونے دیتے۔ ان صفات سے متصف ایمان والوں کو بشارت دے دیجئے کہ قبلِ محشر عرصہ محشر کی کامیابی پہ یہ چیزیں ایک مضبوط دلیل ہیں۔ آج ہم دنیا و آخرت میں ایسے ہی انعامات کی امید تو رکھتے ہیں مگر اپنی طرف سے سودا نہ صرف بھول چکے ہیں بلکہ ایک طرح سے منسوخ کر دیا ہے اللہ کریم ہمیں اس سودے پر قائم رہنے کی توفیق بخشے، آمین۔

ابوطالب کا انجام اور اس کا سبب

جو لوگ یہ سودا کرتے ہی نہیں اور کفر پہ قائم رہتے ہوئے دُنیا سے چلے جاتے ہیں ان کا بھلا تو کیا ہوگا؛ نبی اکرم ﷺ اور مومنین کو ان کی نجات کے لئے دُعا کرنا بھی نہ زیب ہی دیتا ہے اور نہ اس کی اجازت ہے۔

مفسّرین کرام کے مطابق آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کی وفات ہوگئی۔ زندگی میں اُنھوں نے آپؐ کی بہت حمایت کی اور کسی کا کہا نہ مانا۔ وقتِ وفات آپ ﷺ نے کوشش فرمائی کہ اگر میرے کان میں بھی کلمہ پڑھ دیں تو مَیں آپ کی شفاعت کروں گا مگر ابوجہل جو پاس بیٹھا تھا۔ ہر بار کہہ اُٹھتا کہ اب مرتے وقت عبدالمطلب کا دین یعنی آبائی مذہب چھوڑ دو گے چنانچہ اس کا آخری کلمہ یہی تھا کہ میں آبائی مذہب پر جان دے رہا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، مَیں اُن کے لئے دُعا تو کروں گا یہ الگ بات ہے کہ اللہ کریم ہی روک دیں چنانچہ یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے دعا کرنا ترک فرما دیا۔

یہاں ایک بہت بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ ﷺ کے چچا ابوطالب نے آپ کی حمایت آخری دم تک کی اور کسی کی ناراضگی کو خاطر میں نہ لائے تو انھیں توبہ کی توفیق کیوں نہ ملی؛ یہاں ایک بات کی اصلاح

بھی ضروری ہے کہ ابوطالب نے آپ ﷺ کی حمایت ضرور کی مگر یہ غلط مشہور ہے کہ آپ کی پرورش بھی کی۔ سیرت کی کتاب "محمد رسول اللہ ﷺ" جو مصر کی طبع شدہ ہے میں موجود ہے کہ آپ ﷺ نے ابوطالب کے کُنبہ کی پرورش کی کہ جب ان کے ساتھ لگے تو آپ نے بچپن میں ہی مزدوری پر بکریاں چرانا شروع کر دیں اور جو ملتا وہ چچا کو دیتے، جو غریب بھی تھے اور کثیر الاولاد بھی۔ جب شادی کر کے الگ ہوئے تو ایک بچہ پاس رکھ لیا کہ چچا کی مدد ہو سکے یہی بچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ لیکن چچا نے حمایت اپنی جان کی پرواہ نہ کر کے بھی کی تو اسکا صحیح اور آسان جواب یہ ہے کہ ابوطالب نے محمد رسول اللہ ﷺ کی حمایت نہیں کی بلکہ اپنے بھتیجے محمد بن عبد اللہ کی حمایت کرتے رہے اگر نبوت و رسالت کی طرف متوجہ ہوتے تو کبھی خالی نہ رہتے۔

مومن کی دعا

بہر حال یہ قانون بیان کر دیا گیا کہ کسی مشرک کے لئے دعا بھی نہ کی جائے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ مومنین کے حق میں مومنین کی دعا بھی اللہ کا انعام ہے اور آپ ﷺ کی دعا کی تو بات ہی کیا ہے۔ اُن کا کرم پھر اُن کا کرم ہے، اُن کے کرم کی بات نہ پوچھو۔ اور اس نعمت سے محرومی شرک جیسے ظلم کی سزا کے طور پر ہے۔ بہر حال زندگی میں کافر مشرک کی نجات کی دعا بھی جائز ہے کہ زندگی میں نجات سے مراد ایسے اعمال کی توفیق ہے جو باعث نجات ہوں جیسے ایمان اور عمل صالح۔ اُحد میں جب رُخِ انور زخمی ہوا تو آپ ﷺ فرماتے تھے، اللّٰھم اغفر قومی فانّھم لا یعلمون۔ اے اللہ! میری قوم کو بخش دے وہ مجھے جانتے نہیں۔ وہی بات کہ محمد بن عبد اللہ سے لڑ رہے ہیں۔ تیرے رسُول کی عظمت سے ناواقف ہیں اور جب کفر پر کسی کا خاتمہ ہوا تو واضح ہو گیا کہ یہ ہمیشہ کے لئے جہنّم کا ایندھن ہے لہٰذا اس کے لئے دُعا نہ کی جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے والد کی بخشش کے لئے دعا کی تھی۔ یہ بات جو مشہور ہے درُست ہے کہ مشرکین میں بھی دین ابراہیمی کی عزّت بھی تھی اور کچھ باتیں بھی محفوظ تھیں جن میں یہ بات بھی تھی تو اللہ نے تصدیق فرمائی کہ انھوں نے کی تھی کہ دین تو پوری محنت سے اور کھری کھری باتیں کر کے پہنچایا مگر جب وہ نہ مانے تو جدا ہوتے وقت وعدہ فرمایا تھا کہ ساستغفر لک ربّی۔ میں اپنے ربّ سے تمہاری بخشش مانگوں گا۔ کہ حضرت ابراہیمؑ بہت ہی نرم خُو اور حلیم الطبع تھے لہٰذا اپنے وعدے کا پاس کرتے ہوئے دُعا ضرور فرمائی مگر جب انھیں یہ یقین ہو گیا کہ وہ تو آخری دم تک کفر پر اور اللہ کی مخالفت پر قائم رہے تو ان سے اپنی برأت کا اعلان کر دیا اور یہی ایمان کا اثر

ہے کہ جس دل میں نورِ ایمان نہ ہو اس سے کوئی رشتہ نہیں رہتا۔

اللہ کریم کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ کسی کے گمراہ یا کافر ہونے کا اعلان فرمادے اور اس پر کفر کی سزائیں جاری کردے یا بندہ ایمان لائے اور وہ اسے محروم کردے ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ ہاں! قاعدہ یہ ہے کہ ضابطے اور قانون بتادیئے جاتے ہیں۔ نبی بھیج کر، کتاب نازل کرکے حدُود متعیّن فرمادی جاتی ہیں۔ اب جو ان حدود کو قبول ہی نہیں کرتے یا کرنے کے بعد ان سے نکل جاتے ہیں تو یہ ہلاکت اپنے لئے وہ خود اختیار کرتے ہیں کہ اللہ کریم اُن کے ہر حال سے واقف ہے خواہ وہ زبانی کچھ کہیں بھی، اجر تو عمل پر مرتب ہوتا ہے اور یہ اختیار اس نے خود بندوں کو بخشا ہے ورنہ وہ مختارِ کُل ہے، ساری کائنات اُس کی اور صرف اُسی کی ہے، آسمانوں کی سلطنت ہو یا زمین کی، اصل حاکم تو وہی ہے زندگی بھی وہی بخشتا ہے اور موت بھی اُسی سے اجازت پاکر وارد ہوتی ہے۔ اور لوگو، مت بھولو اسے چھوڑ کر یا اس کی اطاعت سے نکل کر تم تنہا رہ جاؤ گے نہ کوئی تمہارا دوست ہی ہوگا اور نہ کوئی ایسا جو تھوڑی بہت بھی مدد ہی کرسکے۔

وہ تو ایسا کریم ہے کہ اپنے نبی پر انعامات کی بارش کردی اور ان مہاجرین و انصار پر بھی جو ہر حال میں نبی ﷺ کی خدمت پہ کمربستہ رہے۔

درجات و مقامات قرب کی انتہا نہیں

توبہ کا مفہوم صرف گناہ سے معافی نہیں جبکہ یہ ذاتِ باری کی طرف منسوب ہو کہ اس نے توبہ قبول فرمائی، تو مراد ترقیِ درجات ہوتی ہے جیسا کہ یہاں ارشاد ہے لقد تاب علی النبی یعنی اپنے نبی اور ان کے خُدام مہاجرین و انصار کے درجات مسلسل بلند کرتا ہے اور جس طرح اس کی ذات لامحدُود ہے اُسی طرح مقاماتِ قرب کی بھی حد نہیں اور سلوک کبھی ختم نہیں ہوتا نہ ہوگا آخرت میں بھی لذّات و کیفیات کے اعتبار سے مسلسل ترقی ہوتی رہے گی، اگرچہ مقامات کی ترقی کا انحصار دُنیا کی عملی زندگی پر ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اللہ کا خاص سلوکِ کریمانہ

ایسے جان فروش خادم جو ساعتِ عُسرت میں بھی پیچھے نہ ہٹے یعنی انتہائی تنگی کے دنوں میں، مراد غزوۂ تبوک ہے کہ قحط سالی سخت گرمی، لمبا سفر اور ایک بہت بڑا طاقتور دشمن۔ مگر انھوں نے کسی

شئے کی پرواہ نہ کی بلکہ بعض جو کسی قدر گھبراتے بھی منافقین کی باتوں نے انھیں اُلجھا بھی دیا اور قریب تھا کہ اُن کے قلوب تباہ ہو جاتے، بات بدل جاتی مگر اللہ نے ان پر اپنا دامنِ رحمت پھیلا دیا، انھیں قوت بخشی کہ وہ درُست فیصلہ کر سکیں کہ ان کے دلوں میں خلوص تھا تو اللہ نے شیطان اور منافقوں کی باتوں سے انھیں بچا لیا اور جو لمحہ بھر وہ لڑکھڑائے تھے اگرچہ یہ بھی انھیں زیبا نہ تھا اور ان کی شان کے مطابق تو بہت بڑا جُرم تھا مگر دامنِ عفو نے انھیں اس سے پاک کر دیا اور اللہ نے یہ سب کچھ بخش دیا کہ وہ بطورِ خاص ان لوگوں سے تو مہربانی اور رحمت فرماتا ہے۔ ذرا انہی تین کو دیکھ لو جو اس جہاد میں پیچھے رہ گئے تھے۔ یہ بات پہلے بھی اشارۃً ہو چکی ہے کہ کچھ مخلصین میں سے بھی سُستی کر گئے اور جہاد پہ ہمرکاب نہ ہو سکے مگر آپ ﷺ کی واپسی پر حاضرِ خدمت ہو کر اقرار کر لیا کہ ہمارے خلوص میں کمی نہیں آئی، سُستی ہو گئی۔ کچھ نے خود کو مسجدِ نبوی کے ستونوں سے باندھ لیا مگر تین حضرات حضرت کعب ابن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن اُمیّہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے کو ستونوں سے تو نہ باندھا مگر اقرارِ جُرم کر لیا یہ انصاری بزرگ تھے اور بیعتِ عقبہ سے لے کر پہلے تمام غزوات تک میں شریک رہے تھے مگر اس بار ذرا سُستی ہو گئی تو اس قدر ناراضگی کا اظہار ہوا کہ اقرارِ جُرم کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا، تمھارا معاملہ اللہ کے سپرد ہے لیکن جب تک کوئی حکم نازل نہیں ہوتا ان سے تمام مسلمان قطع تعلق کر لیں۔ حالانکہ یہ مشہور مجاہد اور مدینہ منورّہ کی مشہور ہستیاں تھیں۔ دو حضرات تو عمر رسیدہ تھے مگر کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ ہنوز جوان تھے اور بہت معروف آدمی تھے فرماتے ہیں سب مسلمانوں نے ہم سے رُخ پھیر لیا اور سلام کا جواب بھی کوئی نہ دیتا تھا۔ اس پر جب چالیس دِن گزُر گئے تو ارشاد ہوا کہ اُن کی بیویاں بھی ان سے الگ ہو جائیں۔ پوری دُنیا میں تنہا ہو گئے اور زندگی اُن کیلئے مصیبت بن گئی۔ غسانی سردار نے جو کافر تھا اور قیصر کا دستِ راست تھا، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میرے پاس آ جاؤ، تمھاری بہت عزّت ہو گی۔ آپؓ نے وہ چٹھی تنور میں جھونک دی کہ یہ اس کا جواب ہے مگر زندگی تلخ ہو گئی کہ کیا اب کافروں کو مجھ سے اُمیدیں بندھنے لگیں یعنی اُنؓ کی دُنیا تاریک ہو گئی۔ زمین اپنی فراخی سمیت اُن پر تنگ ہو گئی اور انھیں اپنی زندگی بھی بوجھ نظر آنے لگی۔ حتیٰ کہ انھیں یقین ہو گیا کہ اللہ سے کوئی پناہ نہیں دے سکتا نہ اُس کی دی ہوئی مصیبت کوئی دُوسرا ٹال سکتا ہے۔ جب وہ خود ہی اپنا رحم نہ فرمائے تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ پچاس روز کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جس پر آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین بھی خوش ہوئے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو جن کا گھر جبل سلع سے دوسری جانب تھا، خوشخبری دینے کو دوڑے۔ سب سے آگے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عمرؓ آگے نکل گئے تو حضرت ابوبکرؓ نے جبل سلع پر چڑھ کر آواز لگادی کہ اے کعب! مبارک ہو۔

ذرا ہم یہاں اپنا کردار سامنے رکھ کر دیکھیں کہ ہم آپ ﷺ کے مشن میں کتنا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔ اور کتنے جہاد کر رہے ہیں کہ اللہ سے انعامات کے متمنّی ہیں تو شاید اپنی حیثیت کا اندازہ کرسکیں گے۔ چنانچہ ربّ جلیل تو توبہ قبول کرنے والا ہے اور اتنی بڑی رحمت کا مالک ہے کہ انسان اس کی وسعتوں کا اندازہ کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔

رکوع نمبر ۱۵ — آیات ۱۱۹ تا ۱۲۲ — یعتذرون ۱۱/۴

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا
مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾

اے اہل ایمان! خدا سے ڈرتے رہو اور راستبازوں کے ساتھ رہو (۱۱۹)

119. O ye who believe! Be careful of your duty to Allah, and be with the truthful.

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ
مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ
اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ
وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَــُٔوْنَ
مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ
عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ
صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾

اہل مدینہ کو اور جو ان کے آس پاس دیہاتی رہتے ہیں ان کو شایاں نہ تھا کہ پیغمبر خدا سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں۔ یہ اس لئے کہ انہیں خدا کی راہ میں جو تکلیف پہنچتی ہے پیاس کی یا محنت کی یا بھوک کی یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی چیز لیتے ہیں تو ہر بات پر ان کے لئے عمل نیک لکھا جاتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ خدا نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا (۱۲۰)

120. It is not for the townsfolk of Al-Madinah and for those around them of the wandering Arabs to stay behind the messenger of Allah and prefer their lives to his life. That is because neither thirst nor toil nor hunger afflicteth them in the way of Allah, nor step they any step that angereth the disbelievers, nor gain they from the enemy a gain, but a good deed is recorded for them therefor. Lo! Allah loseth not the wages of the good.

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً
وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ
لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢١﴾

اور (اسی طرح) وہ جو خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا بہت یا کوئی میدان طے کرتے ہیں تو یہ سب کچھ ان کے لئے (اعمال صالحہ میں) لکھ لیا جاتا ہے تاکہ خدا ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دے (۱۲۱)

121. Nor spend they any spending, small or great, nor do they cross a valley, but it is recorded for them: that Allah may repay them the best of what they used to do.

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ
فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ
طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا
قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ
يَحْذَرُوْنَ ﴿١٢٢﴾ ع ۱۵

اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں۔ تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین (کا علم سیکھتے اور اس) میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان کو ڈر سناتے تاکہ وہ حذر کرتے (۱۲۲)

122. And the believers should not all go out to fight. Of every troop of them, a party only should go forth, that they (who are left behind) may gain sound knowledge in religion, and that they may warn their folk when they return to them, so that they may beware.

اسرار و معارف

صحبت کا اثر

یہ لغزش بھی جو مخلصین سے صادر ہوئی اور اللہ کریم نے معاف بھی فرما دی، مزید انعام اکرام سے بھی نوازا کہ استقامت بھی بخشی اور اپنی رضامندی کی سند بھی۔ مگر اس کی وجہ بھی جاننا ضروری ہے لہٰذا مومنین کو چاہیے کہ وہ صحبتِ صادقین اختیار کریں۔ منافقین سے اگرچہ دلی دوستی نہ تھی، مگر رسمی ملاقات تو تھی جس کے باعث انھیں ایسی باتیں کرنے کا موقع ہاتھ آیا۔ جس نے مومنین کے قلوب میں بھی ایک گونہ اضطراب پیدا کر دیا۔ اب یہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت کی برکات تھیں کہ اُن کے قلوب میں خلوص جاگزیں تھا جو رحمتِ باری کے نزول کا سبب بنا اور یوں بات بگڑنے سے بچ گئی۔ اگر نِری منافقین سے ہی مجلس ہوتی تو نتیجہ کیا ہوتا؟ لہٰذا مومن کو یہی زیبا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کریں، جنھیں اللہ سے ایسا تعلق نصیب ہو جو ان کے ظاہر و باطن کو اللہ کا مطیع اور طالب بنا دے۔ یہاں محض علماء یا صالحین کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ صادقین فرمانے سے یہ مراد ہے کہ ایسے لوگ جن کی زبانیں یادِ الٰہی سے تر اور دل اُس کے نور سے روشن ہوں۔ ان کی مجلس و صحبت نیکی کی طرف بڑھنے کا جذبہ عطا کرتی ہے لیکن اگر بدکاروں کی مجلس اختیار کی جائے تو وہ کیفیاتِ قلب کے لئے زہرِ قاتل ثابت ہوتی ہے۔ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی متاثر ہو سکتے ہیں اور انھیں اس بات سے روکا گیا ہے تو اُن لوگوں کا حال کیا ہوگا جو ساری عمر بے دینوں اور بدکاروں ہی کی مجالس میں بسر کر دیتے ہیں اور کفار کے ممالک اور معاشرے میں جانے کے لئے ہر آن بے قرار رہتے ہیں۔

اہلِ مدینہ ہوں یا اہلِ عرب یہ تو بہت ہی خوش نصیب ہیں کہ انھیں رسول اللہ ﷺ کا زمانہ، اُن کی صحبت اور ہمرکابی کے مواقع نصیب ہوئے جن کی شفقتِ بے بہا کو ہمیشہ زمانہ ترسے گا اور رُوئے زمین کے مسلمان دل و جان سے صرف اس کا کلمہ ہی عزیز رکھیں گے، اسؐ کی مسجد اور شہر اور ملک کی حاضری اور اس کے روضۂ اطہر پہ اِک نگاہ کے لئے ساری ساری عمر بے قرار رہیں گے۔

عظمتِ رسالت

بھلا یہ اُس کا، ایسی بے مثال ہستی کا ساتھ نہ دیں گے یہ تو کسی طرح زیبا ہی نہیں، بلکہ حق یہ ہے کہ جان سے زیادہ محبوب اس کی ذات کو رکھا جائے۔ اور حق یہ ہے کہ سب

محبتیں، ساری چاہتیں ان کے قدموں میں ڈھیر کردی جائیں، انھیں ٹوٹ کے چاہا جائے، اس لئے یہ ایک ایسی ذات ہے ” ﷺ “جس کی طلب میں، جس کی اطاعت میں، جس کے ہمرکاب ہر حرکت وسکون عبادت بن جاتی ہے۔ نہ صرف عبادت قرار پاتی ہے بلکہ عبادتِ مقبول کا درجہ پاکر بے شمار انعامات کے حصول کا سبب بنتی ہے۔ ان کے ہمرکاب پیاس لگے یا بھوک، دِقت پیش آئے یا مشقت، کفار کے خلاف سفر اختیار کیا جائے یا مورچہ میں قدم رکھیں، دشمن کے قبضہ سے اقتدار چھینا جائے یا کوئی شہر، ہر کام بہترین عبادت قرار پاتا ہے۔ اور ایسا درجہ پاتا ہے کہ جس کا اجر کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ اللہ کریم ان کے خادموں کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔ یہاں میں نے عمداً محسنین سے مراد آپ ﷺ کے خادم لئے ہیں کہ ایسے لوگ ہیں جو خلوص قلب سے اللہ کی طلب رکھتے ہیں۔ یہی تو وہ ہستی ہے کہ جس کے اتباع میں لُٹ جانا بھی بہت بڑی عبادت ہے حتیٰ کہ کوئی بہت معمولی سی شئے قربان کرے یا گھر ہی لُٹا دے کوئی ایک قدم چلے یا بہت لمبا سفر کرے۔ یہ بات طے ہے کہ اللہ کریم اُن کے عمل سے کئی گنا زیادہ اجر عطا فرمائیں گے۔

فرضیتِ جہاد کی صُورتیں

اب جہاد کی بات ہے تو اس کے لئے یہ تھوڑی ہے کہ سب مسلمان ہی چل دیں بلکہ قاعدہ یہ ہے کہ کچھ لوگ جہاد میں مصروف ہوں اور باقی کے دوسرے خانگی یا قومی امور کی نگہداشت کریں مگر یہاں ان چند حضرات پر بھی اظہار ناراضگی تو ہوا جو پیچھے رہ گئے تھے تو مفسرین کے مطابق قاعدہ یہ ہے کہ جہاد فرض ہے مگر عمومی حالات میں یہ فرض کفایہ ہے یعنی اتنے لوگ جو یہ کام انجام دے سکیں وہ اس میں مصروف ہو جائیں تو باقی لوگ اس فرض سے سبکدوش ہو جائیں گے لیکن اگر وہ کافی نہ ہوں تو قریب کے مسلمانوں پہ اس میں شرکت فرضِ عین ہو گی اس طرح ان سے بھی کام نہ ہو سکے یا ضرورت بڑھ جائے تو دوسرے قریب والوں پہ فرضِ عین ہو جاتے گا اس طرح پوری دُنیا کے مسلمانوں پہ بھی فرضِ عین ہو سکتا ہے۔ دوسری صورت اعلانِ عام کی ہے کہ مسلمانوں کا امیر اعلانِ عام کردے تو بغیر عذر شرعی سب کے لئے نکلنا ضروری ٹھہرے گا۔ یہی صورت غزوہ تبوک کی تھی کہ رسُول اللہ ﷺ نے اعلانِ عام فرما دیا تھا لہٰذا پیچھے رہ جانا بہت بڑا جُرم قرار پایا۔

علمِ دین کا حصول

دوسرا اہم فریضہ دینی علم کا حاصل کرنا ہے جس کے فضائل تو بے شمار ہیں۔ یہاں گنوانا ضروری نہیں، الگ سے اس موضوع پر کتب موجود ہیں۔ ہاں! اس کی بھی مختلف صورتیں ہیں بعض میں فرضِ عین ہے اور بعض صورتوں میں فرض کفایہ۔ فرضِ عین کی صورت یہ ہے کہ ضرورت کے مطابق ہر مسلمان مرد اور عورت دین سے واقف ہو مثلاً عقائد، فرائض و عبادات، روزمرہ کے معمولات، حرام و حلال جس سے روزانہ کی زندگی میں سابقہ پڑتا ہے یہ تو بلا امتیاز ہر مرد و عورت کو جاننا ضروری ہے اور فرضِ عین ہے اب اس کی تفصیل و تشریح، احکام و مسائل کی تحقیق، یہ ہر فرد کے بس کی بات نہیں۔ لہٰذا یہ فرض کفایہ ہے کہ ضرورت پیش آنے پر عالم سے فتویٰ حاصل کر سکتا ہے اور اگر کسی شہر میں کوئی بھی عالم نہ ہو تو سب گناہ گار ہوں گے ان کے ذمّے فرض ہے کہ یا کسی کو عالم بنائیں یا کسی عالم کو لا کر شہر میں رکھیں۔ دوسری صورت فرضِ عین کی یہ ہے کہ جب کوئی معاملہ ذاتی طور پر پیش آ جائے مثلاً کوئی صاحبِ نصاب ہو تو زکوٰۃ کے احکام جاننا فرضِ عین ہو گا یا حج پر جانے والے کو احکامِ حج کا جاننا یا تاجر کو تجارت کے قواعد کا علم ہونا، نکاح کرنے پر نکاح اور طلاق کے مسائل سے واقفیت یہ فرضِ عین ہو گا اور آج کے دَور کی سب سے بڑی مصیبت یہ بھی ہے کہ مسلمان اس فرض سے غافل ہو رہے ہیں۔

کیفیاتِ قلبی کا حصول جسے علمِ تصوّف کہا جاتا ہے بھی فرضِ عین ہے

قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحُوم نے تفسیر مظہری کی جلد چہارم میں یہ لکھا ہے کہ علمِ تصوف کا حصُول بھی فرضِ عین ہے۔ فرماتے ہیں کہ علمِ تصوّف سے مراد تصفیۂ قلب، جو غیر اللہ سے فارغ کر دے اور قلب کو دوامِ حضور عطا کر دے اور تزکیۂ نفس، جو رذائل سے نجات دِلا دے جیسے عجب، کبر، حسد، ریاء، حُبِ دنیا اور عبادات میں تساہل وغیرہ اور اخلاقِ حسنہ نصیب ہوں جیسے اعلیٰ اخلاق اور توبہ، رضا بالقضا اور نعمت پہ شکر جبکہ مصیبت پہ صبر کی توفیق نصیب ہو۔ بلاشک یہ سب رذائل بہت شدّت سے حرام ہیں اور ان کو صرف جاننا کافی نہیں بلکہ ان سے نجات جو تصفیۂ قلب سے نصیب ہوتی ہے فرائض میں سب سے اہم فریضہ ہے کہ عباداتِ ظاہری بھی کوئی قیمت نہیں رکھتیں جب تک یہ قلبی کیفیات ساتھ نہ ہوں۔ یہاں قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث نقل فرمائی ہیں کہ آپ ﷺ کا ارشاد،

جب تک عمل خالص اللہ کے لِئے نہ ہو، مقبول نہیں ہوتا یا یہ فرمان کہ اللہ تمھارے اعمال کو نہیں تمھاری نیّتوں کو دیکھتا ہے یعنی صورت کو نہیں، تمھارے قلوب کو دیکھتا ہے اس پہ دال ہیں اور حق یہ ہے کہ جس طرح ذِکرُاللہ مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے وہی فرضیت اس پہ بہت بڑی دلیل ہے اور تصوّف سے مراد بدعات و رُسومات ہرگز نہیں مگر حدُود شرعی کے اندر کسی کامل کی صحبت میں رہ کر کیفیاتِ قلبی کو حاصل کرنا اور انھیں آگے پہنچانا، خصوصاً ازواج و اولاد کو تو یہ ہر مسلمان پہ فرضِ عین ہے کہ جس سے دِلوں میں نورُ اور اللہ سے دوامِ حضور پیدا ہو، جس کا پھل اخلاص ہے۔

لہٰذا علمِ دین کے لِئے محنت کرنا، علومِ ظاہری کو حاصل کرنا، کیفیاتِ باطنی کو پانا اور پھر واپس اپنوں میں آکر اسے پھیلانا یہ عام حالات میں فرضِ کفایہ ہے جبکہ ضروری علوم کو جاننا فرضِ عین ہے لیکن اگر پورے قبیلے یا بستی یا شہر میں کوئی بھی ایسا شخص نہ ہو تو سب گناہگار ہوں گے اور اسی طرح ملک میں نہ ہو تو سارا ملک یا دنیا ان کے وجُود سے خالی ہو جائے تو دُنیا بھر کے مسلمان ماخوذ ہوں گے۔ چونکہ دین کی بقا اور ترویج کا بہت بڑا سبب یہی لوگ ہیں۔ اور ان ہی کی محنت اور تربیت عام مسلمانوں کی اصلاح کا سبب اور انھیں برائی سے بچانے کا ذریعہ بنتی ہے۔

رکوع نمبر ۱۶ — آیات ۱۲۳ تا ۱۲۷ — یعتذرون ۱۱ ۵

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ
مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (123)
وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ
أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ
آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ (124)
وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ
رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ (125)
أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ
عَامٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ
وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ (126)

اے اہلِ ایمان! اپنے نزدیک کے رہنے والے کافروں سے جنگ کرو۔ اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی (یعنی محنت و قوتِ جنگ) معلوم کریں۔ اور جان رکھو کہ خدا پرہیزگاروں کے ساتھ ہے (123)
اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو بعض منافق (استہزا کرتے اور) پوچھتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے۔ سو جو ایمان والے ہیں انکا تو ایمان زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں (124)
اور جن کے دلوں میں مرض ہے انکے حق میں خبث پر خبث زیادہ کیا۔ اور وہ مرے بھی تو کافر کے کافر (125)
کیا یہ دیکھتے نہیں کہ یہ ہر سال ایک یا دو بار بلا میں پھنسا دیئے جاتے ہیں پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں (126)

123. O ye who believe! Fight those of the disbelievers who are near to you, and let them find harshness in you, and know that Allah is with those who keep their duty (unto Him).

124. And whenever a sûrah is revealed there are some of them who say: Which one of you hath thus increased in faith? As for those who believe, it hath increased them in faith and they rejoice (therefor).

125. But as for those in whose hearts is disease, it only addeth wickedness to their wickedness, and they die while they are disbelievers.

126. See they not that they are tested once or twice in every year? Still they turn not in repentance, neither pay they heed.

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ
اِلٰى بَعْضٍ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ
انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿١٢٧﴾
لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ
عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ
الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿١٢٩﴾ ع

اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف
دیکھنے لگتے ہیں (اور پوچھتے ہیں کہ) بھلا تمہیں کوئی دیکھتا
ہے؟ پھر پھر جاتے ہیں۔ خدا نے اُن کے دلوں کو پھیر
رکھا ہے کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ سمجھ سے کام نہیں لیتے ﴿١٢٧﴾
(لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں تمہاری
تکلیف اُن کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت
خواہشمند ہیں (اور) مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں ﴿١٢٨﴾
پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں (اور نہ مانیں) تو کہہ دو کہ خدا مجھے
کفایت کرتا ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُسی پر میرا
بھروسا ہے اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے ﴿١٢٩﴾

127. And whenever a sūrah is revealed, they look one at another (as who should say): Doth anybody see you? Then they turn away. Allah turneth away their hearts because they are a folk who understand not.

128. There hath come unto you a messenger, (one) of yourselves, unto whom aught that ye are overburdened is grievous, full of concern for you, for the believers full of pity, merciful.

129. Now, if they turn away (O Muhammad) say: Allah sufficeth me. There is no God save Him. In Him have I put my trust, and He is Lord of the Tremendous Throne.

اسرار و معارف

کسی عمل کے نیک ہونے کی شرط

اور جہاں تک کفار سے معاملات کا تعلق ہے تو ان سے جہاد کرو کہ مومنین کو جس قدر محبت و خلوص سے اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے کی ضرورت ہے اس قدر شدت اور سختی سے جہاد بھی کریں کہ کسی عمل کے درست یا نیک ہونے کی شرط اس کی صورت نہیں بلکہ اس کا اللہ کے حکم کے تابع ہونا ہے ایک طرف محبت و خلوص نیکی ہے تو دوسری جانب شدت و سختی نیکی ہے لہٰذا کفار سے محبت جائز نہیں۔ شدت اور جہاد میں پوری قوت سے ٹکرانا ضروری ہے اور جہاد اپنے قریب والوں سے شروع ہو گا بلحاظ مقام اور فاصلہ کے بھی اور رشتہ اور نسب کے اعتبار سے بھی۔ ظاہراً یہ جنگ کی صحیح صورت نہیں کہ کفار کو درمیان میں رکھ کر دُور والوں سے لڑا جائے اور رشتہ کے لحاظ سے قریبی زیادہ مستحق ہیں کہ جہاد تو انہی کی بہتری کے لئے ہے اور مومن کے لئے نیکی کو پانے کا راستہ بھی صرف یہی ہے کہ نیکوں سے محبت اور بدکاروں سے سختی کرے کہ اللہ کی معیت جو دو عالم میں سب سے بڑا انعام ہے وہ تقویٰ اور نیکی پہ مرتب ہوتی ہے۔

کلامِ باری کی عظمت

اگر مذکورہ طریق پر سے عمل ہٹ جائے اور ایسا نہ کیا جائے تو نفاق پیدا ہوتا ہے یعنی نیک اور صادق بندوں سے محبت نہ رہے یا کفار سے نفرت نہ رہے۔ تو دل

میں نفاق آجاتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو یہ بعض مسلمانوں سے پوچھتے ہیں کہ بھئی! تم میں سے کس کا ایمان زیادہ ہوا ہے یا اُس نے ترقی کی ہے۔

یہ اس لئے ارشاد ہوا کہ کلام باری کی اپنی ایک عظمت ہے جو دلوں میں خاص کیفیت پیدا کرتی ہے کہ ہر کلام میں کلام کرنے والے کی ذات کا اثر ہوتا ہے۔ آپ کسی شعبۂ زندگی سے متعلق انسان کی باتیں سننا شروع کر دیں تو اس شعبے سے نہ صرف واقفیت نصیب ہو گی بلکہ ایک دِلی تعلق پیدا ہو جائے گا جیسے شاعر یا ادیب یا تاجر ہو یا پتنگ باز، اسی طرح کلام باری میں بھی ایک خاص اثر ہے کہ جنّت کی تمام نعمتوں میں سب سے اعلیٰ نعمت اللہ کا کلام ہی ہوگا اور اہلِ دوزخ پر سب سے بڑا عذاب یہ بھی ہوگا کہ اللہ اُن سے کلام نہ فرمائیں گے۔

ایمان کا بڑھنا گھٹنا

لہٰذا قرآن کا سمجھنا تو بیشک بنیادی بات ہے لیکن اگر معنیٰ نہ بھی آتے ہوں تو بھی تلاوت اپنا اثر رکھتی ہے اور ایمان کی زیادتی کا باعث ہے۔ ایمان کی زیادتی سے مراد ایمان میں اس قوت کا زیادہ ہونا ہے جو نیکی پر کاربند کر دیتی ہے اور اس کے برعکس گھٹنے کی دلیل ہے منافق اگرچہ مذاق اڑائیں مگر حق یہ ہے کہ ہر آیہ کریمہ مومنین کے ایمان میں مزید نورانیت اور قوت کا باعث بنتی ہے جس کا اثر ان کے چہروں کی تمتماہٹ میں بھی ظاہر ہونے لگتا ہے لیکن یہ تو بارش کی مثال رکھتا ہے، کہ اگر زمینِ دل ہی خراب ہو رہی ہو اور اس میں نفاق کی گندگی ہو تو اس بارش سے وہ اور بدبُو پھیلانے کا سبب بنتی ہے اور ایسے دِلوں کے حامل لوگ اِتنے بدنصیب ہوتے ہیں کہ اسی مرض میں گرفتار اور آگے بڑھتے ہوتے بالآخر کفر پہ ہی جان دے دیتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔

اے مخاطب! کیا یہ بات سامنے اور ظاہر نہیں کہ ان پر مسلسل امتحان اور مصائب آتے ہیں کبھی اُن کے دوستوں کو شکست ہوتی ہے تو کبھی اُن کا نفاق ظاہر کر دیا جاتا ہے مگر انھیں نہ تو توبہ نصیب ہوتی ہے اور نہ یہ سبق حاصل کرتے ہیں بلکہ جب ایسی آیات نازل ہوتی ہیں جن میں کبھی کفار کی خدمت یا ان کی منافقت کا ذکر ہو تو کن انکھیوں سے ایک دوسرے کو تاڑتے ہیں اور اشاروں میں ایک دوسرے کو سمجھا کر مجلس سے نکل جاتے ہیں کہ مبادا چہروں کی رنگت حالِ دل کی غمازی نہ کر دے۔ حق تو یہ تھا کہ یہ نصیحت حاصل کرتے اور جان لیتے کہ اللہ قادر بھی ہے اور عالم الغیب بھی کہ کفار کی تباہی کی خبر بھی دے رہا ہے اور ہمارے حالِ دل کو بھی بیان کر رہا ہے لہٰذا توبہ

کر کے خلوص اختیار کرتے مگر یہ اُلٹا وہاں سے نکل بھاگنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے نفاق کی وجہ سے اللہ نے ان کے قلوب اُلٹ دیئے ہیں اور حقیقی علم اور سمجھ تو دل کی سمجھ ہے، جب وہی اُلٹ گیا تو ساری سمجھ اُلٹ گئی لہٰذا ان نادانوں کو ایسا ہی سوجھ سکتا ہے۔

شانِ رسالت

لوگو! تمہارے پاس میرا رسُول تشریف لا چکا، اب اپنی اصلاح کے لئے کسی آنیوالے کا انتظار کرو نہ کسی حادثے کا کہ دین کے معاملہ میں اللہ کی ذات کے ساتھ تعلقات کے بارہ میں وہ آخری ہستی جو سب سے آخر ہے بعثت میں اور جو سب سے اوّل ہے مقام و مرتبہ پانے میں بھی اور اپنی شانِ رسالت میں بھی، تشریف لا چکی۔ جو اس کی برکات سے بھی محروم رہا وہ ہمیشہ محروم ہی رہے گا اور اللہ جلّ کا یہ احسان دیکھو کہ اس نے اس کی ذات سے عالمِ بشریت کو نوازا ہے اور انسانیت کے لئے انھیں باعثِ صد فخر بنایا ہے اگر یہ ہستی کسی اور مخلوق میں پیدا ہوتی مثلاً فرشتوں میں تو انسان اشرف المخلوقات بھی نہ ہوتا نہ اُن سے برکات حاصل کرنا آسان ہوتا۔ لہٰذا یہ رحمتِ مجسم باعثِ سرفرازئ اولادِ آدم علیہ السلام ہے اور تمہارے لئے ان سے برکات کا حاصل کرنا بہت آسان ہے۔ دوسری بہت بڑی بات یہ ہے کہ ساری انسانیت کا سب سے بڑا غمگسار بھی میرا رسُول اور یہی ہستی ہے کہ ٹھوکر انسانیت کو لگتی ہے، درد یہ ہستی محسوس فرماتی ہے۔ کافر کو کفر پہ مرتے دیکھ کر اس کا دل لرز اُٹھتا ہے کہ میری بعثت کے بعد بھلا کوئی انسان کیوں عذاب میں گرفتار ہو۔ تم سوتے ہو، یہ تمہارے لئے جاگتا ہے۔ تم بھاگتے ہو یہ پیچھے سے پکڑتا ہے۔ تم پتھر پھینکتے ہو یہ دعا کرتا ہے۔ تم کانوں میں انگلیاں ٹھونستے ہو، یہ نغمۂ توحید سناتا ہے۔ دو عالم سے بے نیاز اور صرف میری ذات کا طالب، میرا رسُول، اے انسانو! تمہاری بخشش اور نجات کے لئے حریص ہے یعنی کبھی سیر نہیں ہوتا۔ تم میں جس قدر لوگوں کو ہدایت نصیب ہو جائے۔ بس نہیں کرتا کہ یہ کافی ہیں، دوسروں کے لئے پھر ویسی ہی محنت جاری رکھتا ہے " صلی اللہ علیہ وسلم " یہ بات تو سب انسانوں سے ہے اور جہاں تک مومنین کا تعلق ہے اسے بغیر ایمان لائے۔ بھلا کوئی کیا جانے۔ ہاں! میں بتاتا ہوں کہ وہ ان سے اِتنا شفیق ہے کہ اس کی شفقت کا سمندر ناپید اکنار نظر آتا ہے، انسانی عقل اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے اور حد درجہ رحیم ہے۔

اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! تری اس ذرہ پروری سے بھی جو محروم رہے اور پلیٹھ پھیر کر چل دے تو تو بھی اسکی

پرواہ مت کر اور یہ فرما دے کہ میرے لئے میرا اللہ کافی ہے میرا مطلوب میرا مقصود تو وہ ذات ہے یقیناً اس جیسا کوئی دوسرا نہیں نہ اس کے سوا کسی کے لئے زیبا ہے کہ اس کے دروازے پہ سر رکھ دیا جائے یا اسے اپنا مقصود بنایا جائے اور وہی اکیلا عرشِ عظیم کا سلطان ہے ۔ وہ عرش جو کائنات کو محیط ہے جہاں سے ساری کائنات کا نظام چلایا جاتا ہے وہ ہستی اور صرف وہی ہستی اس عرش کی مالک ہے ۔

اکثر مفسرین کے نزدیک یہ دونوں آخری آیات کتاب اللہ کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیات ہیں ۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے چشمِ عالم سے پردہ فرمایا اس میں یہ دلیل ہے کہ برکات آپ ﷺ کے متبعین کی وساطت تقسیم ہوتی رہیں گی ۔ لہٰذا ساری انسانیت کو دعوتِ عام دی جا رہی ہے ۔ اللہ کریم ہمیشہ ہمیشہ ان برکات سے ہمارے دلوں کو منور فرماتا رہے اور اسی ذات کی پیروی کی توفیق ارزاں فرمائے، آمین ۔

الحمد للہ ! سورۃ توبہ مکمل ہوئی ۔ حرم نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے شروع ہو کر دار العرفان میں ۲۵، رجب المرجب ۱۴۱۰ھ / ۲۲، فروری ۱۹۹۰ء کو تمام ہوئی ۔ اے ربِ جلیل ! اپنے خاص کرم سے یہ تفسیر مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما اور اسے عالمِ انسانیت کیلئے رہنمائی کا باعث بنا، آمین ۔

دعا گوئے عالم فقیر محمد اکرم عفی عنہ